نگار خانہ

مترجم
میرا جی

مصنف





نگار خانہ



سنسکرت شاعر ''دامودر گپت'' کی مشہور کتاب

نَٹَنی مَتَم

نِگارخانہ

مترجمہ

میراجی

مکتبہ جدید ۔ لاہور

بار اول ● ماہنامہ 'خیال' بمبئی جنوری ۱۹۴۹ء
بار دوم ● موجودہ صورت نومبر ۱۹۵۰ء

قیمت ۰-۸-۱

پبلشرز ● مکتبہ جدید - چوک انارکلی - لاہور
پرنٹرز ● امپیریل پرنٹنگ ورکس - ۶۱ ریلوے روڈ لاہور

ترتیب

دیباچہ

مجھے شاعری سے کوئی شغف نہیں ۔ لیکن زیر نظر سنسکرت ادب پارے کے موضوع سے دلچسپی ضرور ھے ۔ بعض اصحاب کے نزدیک تو یه موضوع میرا محبوب ترین موضوع ھے ۔ حالانکه حقیقت میں ایسا نہیں ھے ۔ میں یه چند سطور بطور دیباچے کے کبھی نه لکھتا اگر ''میراجی'' مرحوم سے مجھے عقیدت اور اس طویل نظم کے موضوع سے مجھے کوئی دلچسپی نه ھوتی ۔

''میراجی'' کو بہت اچھی طرح تو نہیں جانتا ھوں ۔ لیکن ان سے ملنے کا اتفاق مجھے کئی مرتبه ھؤا ھے ۔ مرحوم کے متعلق میں لیکن اتنا وثوق کے ساتھ کہه سکتا ھوں که وہ ''جنس زدہ'' تھے ۔ یه ''سیکسؤل پرورٹ'' کا صحیح ترجمه نہیں مگر آپ اسے یہی سمجھئیے ۔ ''میراجی'' سے میں نے اس کے متعلق کئی بار باتیں کیں ۔ ھر بار انہوں نے تسلیم کیا که وہ ''جنس زدہ'' ھیں ۔ انکے ھاتھ میں لوھے کے تین گولے' جن کو وہ ھر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے جنسیات کے ماھرین کو بہت سی باتیں بتا سکتے ھیں ۔ لیکن مجھے یہاں انکی شخصیت کا تجزیه نہیں کرنا ھے ۔ اور نه مجھے انکے جنسیاتی رجحانات کا تذکرہ کرنا ھے ۔ اس کا ذکر صرف اس لئے آگیا که اتفاق سے اس کتاب کا موضوع ٹھیٹ جنسیاتی ھے ۔ ''میراجی'' نے اس کا ترجمه کیوں کیا یه آپ کو مندرجه بالا چند سطور سے معلوم ھو سکتا ھے۔

''نٹنی متم'' کس نے لکھی ۔ لکھنے والے شاعر کے معاصر کون تھے ۔ اس وقت شاعری کس دور میں تھی ۔ اس کے متعلق محققین ھی کچھ کہه سکتے ھیں ۔ میں ان تمام امور کے

متعلق کچھ نہیں جانتا اس لئے کہ میرا علم ان چیزوں کے بارے میں بڑا محدود ہے ۔

میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ شاعر نے جو کچھ اپنی طویل نظم میں کہا ہے حرف بحرف درست ہے ۔ حیرت ہوتی ہے کہ آج سے صدیوں پہلے بھی طوائفوں یعنی کسبیوں کے گر وہی تھے جو آج ہیں ۔ بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تمام گرسکھانے والے مرد تھے ورنہ کچھ نہ کچھ تبدیلی تو ضرور ان میں پیدا ہوتی ۔

اصل میں عورت کو نوک پلک نکالنے اور اس کو فیشن کے نت نئے رستے بتانے میں ہمیشہ مرد ہی نے کاوش کی ہے ۔ یہ اسکا عورت پر کوئی احسان نہیں ۔ کیونکہ وہ اپنا دل خوش کرنے کے لئے ایسا کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا ۔

ہم غلط طور پر سمجھتے رہے ہیں کہ طوائفوں کو ان کی بوڑھی نائکیں چلتر سکھاتی ہیں ۔ میں اس نظریے کو غلط سمجھتا ہوں ۔ در حقیقت مرد ہی اس طبقے کی عورتوں کو یہ سبق پڑھاتے رہے ہیں۔ اور چونکہ اس نصاب میں رد و بدل نہیں ہو سکتا اس لئے یہ ہزارھا سال سے ویسے کا ویسا چلا آرہا ہے ۔ جب میں نے یہ کتاب پڑھی تو مجھے اس کا یقین ہو گیا کہ آج سے ہزار سال بعد بھی "رنڈیاں" انہیں پرانے اصولوں پر اپنے کاروبار چلاتی رہیں گی ۔ ایک بات اور بھی ہے ۔ وہ یہ کہ "چکلوں" کا لین دین بنیادی طور پر ایک سا ہی رہتا ہے ۔ اس میں دوسری منڈیوں کے لین دین کی سی تبدیلیاں پیدا نہیں ہوتیں ۔ مرد کی فطرت میں آج ہم کیا تبدیلی محسوس کرتے ہیں ؟ کوئی بھی نہیں ۔ اس کا لباس بدل گیا ہے ۔ اسکی وضع قطع بدل گئی ہے مگر جب وہ

عورت کے پاس جاتا ھے تو وہ وھی مرد ھوتا ھے جو آج سے صدیوں پہلے تھا ۔ عورت کو حاصل کرنے کے طریقے بھی اس کے وھی پرانے ھیں ۔

از منہ عتیق کی کوئی رنڈی جب کسی مرد کو پھانسنے کی کوشش کرتی ھوگی تو اسکے طریقے وھی ھوں گے جو آج کی رنڈی کے ھیں ۔ اس لئے کہ مرد نے جنسی لحاظ سے کوئی انقلاب انگیز ترقی نہیں کی ۔ معدے اور جنس کے معاملے میں جیسا وہ پہلے تھا اب بھی ویسا ھی ھے ۔

"نٹنی متم" میں خاص بات صرف یہی ھے کہ اس میں طوائفوں کے کاروبار کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ھے ۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ شاعر نے انکی زندگی کا بغور مطالعہ کیا ھے ۔ صرف مطالعہ ھی نہیں بلکہ ایسا محسوس ھوتا ھے کہ وہ انکے درمیان ایک عرصے تک رھا اور پھر اس نے اپنا قلم اٹھا کر یہ طویل نظم لکھنا شروع کی ۔

"نٹنی متم" میں وہ سب کچھ موجود ھے جو "ھیرا منڈی" میں ھے ۔ "نٹنی متم" میں وہ سب ادائیں' وہ سب نخرے' وہ سب چلتر' وہ سب گر موجود ھیں جو آج سے سو سال پہلے آگرے اور دلی کے چکلوں میں رائج تھے ۔ "نٹنی متم" میں وہ سب کچھ موجود ھے جو مرد نے عورت کو سکھایا ۔

اور سب سے دلچسپ بات یہ ھے کہ ان تمام باتوں کو قلم بند کرنے والا ایک مرد ھے ۔ مگر جیسا کہ مں کہہ چکا ھوں یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ۔ اس لئے کہ عورت خواہ وہ بازاری ھو یا گھریلو' خود کو اتنا نہیں جانتی جتنا کہ مرد اس کو جانتا ھے ۔ اور یہی وجہ ھے کہ عورت آج تک

اپنے متعلق حقیقت نگاری نہیں کر سکی - اس کے متعلق اگر کوئی انکشاف کرے گا تو مرد ھی کرے گا -

میراجی مرحوم' میرا خیال ھے سنسکرت کے عالم نہیں تھے - میں سمجھتا ھوں کہ "نٹنی متم" کا ترجمہ انہوں نے براہ راست سنسکرت زبان سے نہیں کیا - یہ کتاب ترجمہ در ترجمہ کی ھے - سنسکرت کی تمام مشہور کتابیں انگریزی میں منتقل ھو چکی ھیں - " نٹنی متم" بھی یقینا انگریزی میں ترجمہ ھوچکی ھوگی جس سے "میراجی" مرحوم نے استفادہ کیا - بہرحال ان کی یہ کوشش بہت کامیاب ھے - ھندی اور اردو کا امتزاج بہت حسین ھے - میرا جی مرحوم بہت اچھے نثر نگار تھے- بہت پیاری زبان لکھتے تھے - اس لحاظ سے بھی ان کا یہ ترجمہ ایک یادگار ھے -

آپ نے عرصہ ھؤا فرانسیسی شاعر "بود یلئیر" کی نظموں کے ترجمے "ادبی دنیا" میں شائع کرائے تھے جو بہت مقبول ھوئے تھے- "نٹنی متم" کا ترجمہ" بھی ان کی انہی خدمات میں شمار ھونا چاھئے - مجھے امید ھے کہ یہ ادبی حلقوں میں یقیناً مقبول ھوگا - اور کچھ نہیں لیکن مجھے اتنی خوشی ضرور ھے کہ میں نے "میراجی" مرحوم کی ایک کتاب کے متعلق یہ چند سطور لکھی ھیں - لیکن مجھے ضرور یہ اعتراف کرنا ھے کہ میں پوری طرح حق ادا نہیں کر سکا اور اس کی وجہ صرف یہ ھے کہ شعر و شاعری کے بارے میں میرا علم محدود ھے -

سعادت حسن منٹو

۳۱ اکتوبر ۱۹۵۰ء

*

مالتی وکرالا کے گھر جاتی ہے

کاشی نگری دھرتی کے ماتھے کا جھومر ہے ، بھلے دنوں کی کون سی بات ہے جو یہاں نہیں ، یہاں کے ہر باسی کی آنکھیں اپنی مکتی کی طرف لگی ہوئی ہیں، پھر اس نگری میں وہ لوگ بھی رہتے ہیں جن کے دل کامنا سے بھر پور ہیں اور جن کی روحوں پر جسموں کا پھندا پڑا ہوا ہے اور جنھیں جسمانی خوشیوں کی کھوج ہے ۔ اور اس نگری کی ہر منگلامکھی یوں سمجھو جیسے شیو ہی کا روپ دھارے ہوئے ہے۔ یہاں کی ہوا پھولوں بھری چوٹیوں کی خوشبو سے بسی ہوئی ہے اور اس کے جھونکوں سے نگری بھر میں جھنڈے لہراتے رہتے ہیں۔ یہاں کی زمین کنول کے پھول کی طرح ہے اور یہاں جگہ جگہ گھر گھاٹ یوں سجے ہوئے ہیں جیسے سہینے کے اندھیارے دنوں میں چاند جگمگا رہا ہو ۔ اور یہاں دھرتی سے بہت ہی اوپر سوریہ دیوتا کے دیس میں ستاروں کے جھرمٹ تیر رہے ہیں،

بہت ہی اوپر، ــــــــــاور بستیوں کی طرح دھرتی کے ساتھ ساتھ نہیں بلکہ بہت ہی اوپر ستاروں کے جھرمٹ تیرتے پھر رہے ہیں ! اس نگری میں کسی بھی برھمن کے گھر میں کام دیو کی پوجا نہیں ہوتی اور یہاں کی ناریوں اور یہاں کے کویوں کی بات چیت کومل اور من بھاتی ہے ، اور پھول پات اور جھاڑیوں سے یہ نگری سہانی ہے اور یہاں دیوی دیوتاؤں کے دوارے ہیں اور پانی کی پوتر لہریں اس جگہ گنگا کے روپ میں آتی ہیں

مالتی بھی اسی کاشی نگری کی رہنے والی تھی - اور اس کی چھب کسی سورگ کے پنچھی کی سی تھی، کیونکہ اپنے چاہنے والوں کے دلوں میں وہ بپتا کا بیج بوتی تھی، اور دھن والوں کے دلوں کو وہ اپنے جادو سے موہ لیتی تھی اور اس بات میں وہ برف سے ڈھکے ہوئے مہاراجہ کی بیٹی ہیماوتی کی طرح تھی اور اس کے روپ کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں مندرا کی چوٹی کے سپنے جاگ اٹھتے تھے کیونکہ چاہت سے بھر پور دل اس کی طرف سے اپنی آنکھیں پھیر ہی نہ سکتے تھے - اسے دیکھ کر سُر اندھکا کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، کیونکہ رنڈیوں میں وہ سب سے اونچی رنڈی تھی - وہ ایک ایسی رنڈی تھی جیسے کام دیو کی شکتی نے اس کے جسم

کا روپ دھار لیا ہو ، اور اسی لئے ڈیرے داروں میں وہ ایسی تھی جیسے موتیوں میں کوئی ھیرا - مزے مزے کی باتیں یوں کہئے کہ اس کے سانس میں رچی ہوئی تھیں اور ھنسی کھیل اس کی گھٹی میں پڑا تھا ، اس کا دل چاھت کا ایک جھولا تھا اور اس جھولے میں اچھوتے دُھرے رنگوں والی نت نئے بھاؤ کی باتیں جھکولے لیتی رھتی تھیں - اور دَیا کے ننھے ننھے بھاؤ اس کے دل کی رگوں میں لہراتے تھے -

ایک روز جب یہ لڑکی اپنے صاف ستھرے دھولے دھولے گھر کے چوبارے پر ٹہل رھی تھی تو اس نے کسی کو گاتے سنا -

” کا ھے بیرن جوانی بھئی مدماتی ،
قسمت مایا جال بچھائے ،
وقت گئے کوئی کام نہ آئے ،
رات کی رات ھے روپ کہانی
کا ھے بیرن جوانی بھئی مدماتی ،
جانچ لے اب بھی اپنی شکتی ،
کیسے پھنسے گا بھولا پنچھی ،
جان لے گُر جو بتائے گیانی
کا ھے بیرن جوانی—————— “

اب جو بڑے بڑے کولھوں والی جوان جہان مالتی نے یہ بول سنے تو چپ سی ہو گئی، بہت دیر تک دل میں سوچتی رہی اور پھر آپ ھی آپ بول اٹھی ’’اس گانے والے نے تو کیا پتے کی بات کہی ھے ، اس نے تو ایسی بات کہی ھے جیسی کوئی دوست کسی دوست سے کہے - بس ، میں آج ھی بلکہ ابھی وکرالا کے پاس جاتی ھوں ، اس نے جیون کی ھر بات پر سوچ بچار کیا ھے اس کے دھیان گیان سے کوئی بات دور نہیں ھے‘ اس کے دوار پر تو رات دن چاھنے والوں کا میلہ سا لگا رھتا ھے‘‘ - یہ سوچ کر وہ اپنے چوبارے سے اتری اور اپنی داسیوں کو ساتھ لئے وکرالا کے چمکتے دمکتے اجلے گھر تک جا پہنچی - اس نے دیکھا کہ وہ منحوس صورت مکروہ بڑھیا ایک مونڈھے پر بیٹھی ھوئی ھے ، ٹھڈی نیچے کو لٹکی ھوئی‘ چپٹی سی ناک جیسے چہرے پر پچک گئی ھو ‘ پیٹ کا نرم لہریا گوشت مرجھائی ھوئی لٹکی ھوئی چھاتیوں کے نیچے دبا ھوا‘ ڈھلکے ھوئے پپوٹوں کے نیچے دھنسی ھوئی آنکھیں یوں تو لال انگارہ سی ھیں لیکن ان میں زندگی کی کوئی سہانی چمک باقی نہیں ھے اور اس کے کانوں کی کوریں ڈھلمل ڈھلمل کرتی لٹک رھی ھیں اور ان میں کوئی موتی ھے نہ ھیرا -

دھولے دھولے مٹیالے بال گردن پر پڑے ہوئے ہیں اور گردن ایسی ہے کہ کبھی تو یہ خیال ہوتا ہے کہ بہت لمبی ہے اور کبھی دھیان آتا ہے کہ اس پر رگوں کا یہ کیسا جال سا بچھا ہے اور اس پر ریشوں کی یہ کیسی گانٹھیں سی لگی ہوئی ہیں' یہ تھی وکرالا - اس نے ایک چمکتی دمکتی سفید پوشاک پہن رکھی تھی اور اس کے گلے میں ایک تعویذ بھی پڑا لٹک رہا تھا اور ھاتھ کی ایک اُنگلی میں ایک ایسی انگوٹھی تھی جس پر نگینے کی جگہ ایک دبلی پتلی لڑکی کی شکل بنی ہوئی تھی - اس کے آس پاس رنڈیوں کا ایک جھرمٹ اکٹھا تھا اور وہ سب کی سب ان سب سوغات کی چیزوں کو دیکھ رھی تھیں جنہیں وھاں چاھنے والوں نے ڈھیر لگا رکھا تھا - مالتی نے وکرالا کے سامنے آتے ھی پالاگن کیا اور اس کا حال چال پوچھا پھر جس چوکی پر بیٹھنے کو کہا گیا وھاں وہ بیٹھ گئی - تھوڑی ھی دیر کے بعد موقع پاتے ھی ھاتھ جوڑ کر مالتی اٹھ کھڑی ہوئی اور بڑے ادب کے ساتھ بولی : " ہے وکرالا ! چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے اُن ان گنت پریمیوں نے جو نردھن لوگوں کے ساتھ آشرم میں جا کر اپنا پیٹ پالتے ھیں اور جنہیں تم نے اُن کے دھن دولت سے الگ

کر دیا ہے مجھے یہ بتایا ہے کہ تمھارا گیان بہت اونچا ہے اس لئے ذرا دیر کو میری بنتی بھی سنو ،

” لیکن ایک بات میں تم سے پہلے ھی کہے دوں کہ آجتک اپنے جیون میں میں نے نیچ ذات اور نیچ جنم کے لوگوں کو اور ان لوگوں کو جو نربل اور بری صورت کے تھے کامنا کے پورا کرنے مں ویسا ھی ثبوت دیا ہے جیسا ثبوت میں نے ان لوگوں کو دیا تھا جن کے پاس دھن دولت بھی تھی اور جو اچھی صورت والے بھی تھے ۔

” ہے وکرالا ! اس صورت میں کیا کیا جائے جب اس دنیا کا بنانے والا اپنے دل میں کچھ ایسی لاگ رکھے کہ ہم تو اپنا پیٹ بیچ بیچ کر کھائیں اور پھر بھی ہمیں اس سودے میں گھاٹا رہے ۔

” ماتا مجھ پر کرپا کرو مجھے اپنے پریمیوں کے چناؤ کی سوجھ بوجھ دو ، اور یہ بھی بتاؤ کہ اپنے ساتھ والیوں کے مقابلے میں میں ان پر ڈورے ڈالنے کے لئے کیا کچھ کروں ۔“

مالتی نے جب اپنی بات پوری کر لی تو کچھ دیر تو وکرالا اس کی پیٹھ تھپکتی رھی اور پھر بڑی آن بان یوں بولی :

اور اب وکرالا بولتی ھے کہ . . . .

"اری ، پہلے ھی تیرے بالوں کا بوجھ جو پریم کے ۱
دھوئیں کا ایک بگولا ھے ھر پریمی کو تیرا داس بنا
سکتا ھے ۔ اری ، میں کہتی ھوں ۔ تیری مسکراھٹ میں ۲
گھلی ملی ایک نگاہ جو تیری بھووں کے اشارے پر ۳،۴
کھیل ھی کھیل میں مردوں کے بلوان دلوں کو نیچا
دکھا سکتی ھے کیا یہی تیرے لئے کافی نہیں اری
او پتلی کمریا ! ۵

"اری ! اب بھی تیرے چہرے پر چھائی ھوئی ان بڑی
بڑی آنکھوں کا اچھا پن مردوں کے دلوں میں گہرے ۶
گمبیھر بھاؤ جگا دیتا ھے، اب بھی تیرے چمکتے ھوے
دانتوں کی قطار مردوں کے دلوں میں آجالے کے ایک ۷
ھار کی طرح دکھ درد کو آکساتی ھے ۔

"اری آن بان کی پتلی اب بھی تیری باتیں تیرے ۸
منہ سے نکلتے ھی پریم کے شکاریوں کو تتلیوں کی طرح
اپنی طرف کھینچ لیتی ھیں ۔

"اب بھی تیرے سینے کا دھرا مان جو کام دیو کا ۹
استھان ھے اچھی قسمت کی نشانی ھے ۔ اور پھر جب یہ
بات کہہ دی جائے تو اور کچھ کہنے سے فائدہ ھی
کیا ؟ اب بھی اے ھلکی پھلکی لڑکی تیرے صاف

ستھرے پیارے پیارے بازو نئے کنول کے ڈنٹھلوں کی طرح نازک نازک گول گول ہیں اور سنہرے کڑوں سے چمک رہے ہیں ۔ دیکھنے پر انہیں چاہے بنا کوئی بھی نہیں رہ سکتا ۔

” دیوتاؤں کی آ گیا سے اب بھی تیری کمر نازک ہوتے ہوئے بھی بوجھل سے بوجھل مردوں کو پریم کے دسویں دوار تک پہنچا سکتی ہے جہاں موت کی دیوی براجمان ہے ۔ اب بھی تیری ناف کے نیچے بالوں کی ہر لکیر کام دیو کی کمان کے چلّے کی طرح جھکاؤ کھاتے ہوئے اچوک تیر چلا رہی ہے ۔ اب بھی تیرے بڑے بڑے چوڑے چکلے کولھوں کی من موہنی وادی گھلے ملے رنگوں کے روپہلے اور سنہرے چری ہار کی طرح مردوں کے دلوں کو لبھاتی ہے اور پاک لوگوں کے دلوں میں ایک ٹیس پیدا کر دیتی ہے ۔

” تیری رانیں ہاتھی کی سونڈ کی طرح ہیں میری پیاری ۔ میری سندری ! اب بھی تیری رانیں دُھرے ڈنٹھلوں کے ایسی ہیں اور ہر کسی کے دل کو موہ لیتی ہیں ۔ کون ایسا ماں کا جایا ہے جو ایسے استھان پر پیاس بجھانے نہ پہنچے ؟

” اس دھرتی پر کوئی ایسا ہے جس کے دل میں

تنوں کی سی ان سنہری رانوں کی کامنا نہ جاگ پائے ؟ کس کے من میں اس پیڑ کی چاہ جنم نہ لیگی ، یہ پیڑ تو جوانی کی چاہت کے پھل ہی کیلئے بنایا گیا تھا ۔

’’ ان ننھے ننھے پاؤں کے جال میں کون ہے جو نہیں پھنسے گا ‘ یہ پاؤں تو اپنی لالی سے انار کی کلیوں کو شرماتے ہیں اور اپنے رکھ رکھاؤ کی موہنی سے کنول کی سگندھ کو دھند لاتے ہیں ‘ ۔ ۱۲

’’ اری ہلکی پھلکی ناری تیری چال کا اتھلا اتھلا ڈھنگ گج کمار کو شرماتا ہے اور ہنس پر ٹھٹھے لگاتا ہے ‘ اور جوانوں کے دلوں کو آنند کی اونچائی پرے جاتا ہے اور اس کے باوجود ‘ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی اے عورت کہ تیرا شکم ڈھلا ڈھلایا ہے اگر تو اپنی کامناؤں کو بھرے پرے طریقے سے پورا کرنا چاہتی ہے تو کان دھر کر سن ۔ ہاں ‘ کان دھر کر سن اور میری جانی بوجھی باتوں سے لابھ اٹھا ‘‘ ۔

عاشق کا چناو

" اس عاشق کو پانے کے لئے بہت سوجھ بوجھ اور سوچ بچار کی ضرورت ہے - یہ پریمی بھٹ لوگوں میں سے ہونا چاھئے جو راجا کی سیوا کرتے ہیں کیونکہ انہی سے تو دھن دولت حاصل کر سکے گی - جس کا اس وقت میرے دل میں دھیان ہے وہ یہیں پاس کے گاؤں کا مالک ہے - اس کے پتا سینا میں نوکر ہیں لیکن یہ ان کا بیٹا ہے جو تیرے لئے پارس پتھر کے سمان ہو سکتا ہے - ہری بھری مسکانوں والی ! اب تیرا کام اتنا ہے کہ اس کے لباس کو جانچ ' اس کے رنگ ڈھنگ اور چال ڈھال کو دیکھ اور یہ بھی معلوم کر کہ مدن بسنت کے سمئے میں جن تیروں کی برکھا سے دھواں دھار بادل بناتا ہے ان کی مار وہ کہاں تک کھا سکتا ہے -

" گچھوں کی صورت میں لٹکے ہوئے اس کے گھنے بال کم سے کم پانچ انگل لمبے ہیں - ہیروں جڑی

ایک زنجیر اس کے کان سے لٹکتی ھے اور سینے پر پھیلتے ھوئے اس کے منہ تک پہنچتی ھے، انگلیوں میں اس نے انگوٹھیاں پہن رکھی ھیں اور اس کی گردن کے آس پاس ایک سنہری تاگا لپٹا ھوا ھے ۔ بڑی سوجھ بوجھ سے ملے ھوئے کیسر سے اس کا انگ انگ لال ھو رھا ھے اور اس کی گردن سے لٹکے ھوئے پھولوں کے ھار اس کے بدن کو چمکائے ھوئے ھیں ۔ پیروں میں اس نے نفیس ترکی جوتے پہن رکھے ھیں اور موم سے یہ جوتے چمچما رھے ھیں اور اس کے بالوں میں بندھا ھوا فیتہ ساگر کے سمان لہراتا ھے ۔ اس نے ایک بہت اچھی کیسری رنگ کی پوشاک پہنی ھوئی ھے اور اس پر سنہری کشیدے کا کام ھے ۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک پان دھاری چاکر پانوں کی تھالی لئے چلا آ رھا ھے جس کے گلے میں کانچ کے منکوں کی چھوٹی سی مالا ھے اور اس کے ناخن لال رنگے ھوئے ھیں' کلائی پر سیپوں کا ایک کنگن ھے اور پریم کی رسیلی باتیں بنانے میں جو اپنے مالک سے بھی تیز ھے ۔ ایسے ٹھاٹھ باٹھ والا ھے بھٹ کا یہ بیٹا ۔ اور اس نوجوان کا سواگت کر کے چکلے کی نائکہ اسے ادب سے ایک کرسی پر بٹھاتی ھے اور اسے دیکھتے ھی

راج کرمچاریوں، بیوپاریوں اور دوسرے عاشقوں کے اس جھرمٹ کی پروا نہیں کرتی جو وھاں اکٹھا ھے۔ اس نوجوان کی اردل میں اس کے پانچ چھ وفادار بھی سینوں پر تلواروں کو آڑا تھامے ھوئے ھیں۔ یہ سب کے سب عقل سے کورے ھیں اور ان کے دل کا لالچ ان کی صورت سے جھلک رھا ھے۔ اور ھر گھڑی وہ اپنے کو نہ جانے کیا سمجھے ھوئے تیس مار خان بنے رھتے ھیں۔ ایسے سیکھے سکھلائے نوکروں چاکروں کا ایک جھنڈ بھٹ کے اس نوجوان بیٹے کے چرن چھونے کو ھر وقت تیار رھتا ھے۔ اور وہ خود لگا تار ادھر اُدھر کی باتیں کئے جاتا ھے۔ کیونکہ کوئی خاص بات تو اُس کے دھیان میں آتی ھی نہیں۔ لیکن ایسی بیکار کی باتیں کرتے ھوئے بھی وہ بار بار اپنی بھویں مٹکاتا ھے اور بہت بنتے ھوئے سنی سنائی باتوں کو دھراتا جاتا ھے۔ جب کسی بات پر حیرانی ظاھر کرنی ھو تو سر کو عجیب ڈھنگ سے گھماتا ھے اور سننے والوں کو اپنی باتوں کی جھپٹ میں لا کر حیران کرنے میں بہت مزے لیتا ھے۔ کبھی کہتا ھے 'واہ صاحب واہ! کیسی بات کہی!' اور چاھے بات کچھ بھی نہ ھو۔ کبھی کہتا ھے 'اجی ابھی پرسوں پلّے دن کی بات ھے' میرے

پتا جی ' مہاراج کے پاس گئے ہوئے تھے ۔ مہاراج اس دن نہ جانے کس بات پر جھنجھلائے ہوئے تھے ' بڑے غصے میں تھے ساب ! اچانک زور سے بولے ۔ یہ نہیں ہو سکتا' کبھی نہیں ہو سکتا ۔ پتا جی کہنے لگے ' ۔ مہاراج اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر کہیں کچھ اور ہو گیا تو داس کو دوش نہ دیجئے گا ۔ مہاراج سنتے ہی ٹھنڈے پڑ گئے اور کہنے لگے ' ہاں بھئی بات تو تم ٹھیک ہی کہتے ہو ' ۔ اور جب بھٹ کا بیٹا یہ بات کہتا ہے تو سننے والوں کو اس من گھڑت اور اوٹ پٹانگ قصے سے یہ جتانا چاھتا ہے کہ اس کے پتا جی اور مہاراج میں بڑا میل جول ہے اور وہ اس کی بات کا بڑا مان کرتے ھیں اور یہی نہیں بلکہ باتوں کے بھاؤ میں وہ ھر بات کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہے جاتا ہے ۔ پریم کی بات ہو' ساھتیہ کی بات ہو' نٹ کلاس بات ہو ' کوئی بھی بات ہو ' وہ کسی سے پیچھے نہیں اور جی لگتی پوچھئے تو ان میں سے کسی بھی بات کے بارے میں اسے کچھ بھی تو معلوم نہیں ھوتا ۔

" بہادری کا ذکر آئے تو بھٹ کا یہ بیٹا اپنے آپ کو شیر سے کم نہیں سمجھتا ۔ جس طرح شیر کے سامنے کوئی ھرن سہما ھوا ٹھٹھکا ھوا ھو اسی طرح یہ اپنے

سامنے باقی سب لوگوں کو سمجھتا ہے ۔ ”اجی کیا بات کہی آپ نے شکار کی، سچ پوچھئے تو شکار میں آج تک تو کبھی اپنا نشانہ چوکا نہیں ۔ شکار لاکھ تیز سے تیز دوڑ رہا ہو آج تک تو ہمیشہ یہی ہوا کہ ادھر تیر کمان سے نکلا اور آدھر ٹھیک نشانے پر بیٹھا“ ۔ اور ایسی باتیں شروع شروع میں تو وہ آس پاس کے لوگوں پر رعب گانٹھنے کے لئے کرتا ہے لیکن ہوتے ہوتے یہ باتیں اس کے لئے ایسی بن جاتی ہیں جیسے سچ مچ اس کے جیون میں ہو چکی ہوں ۔ جب کبھی ناٹک کا کھیل دیکھنے جاتا ہے تو کھیل شروع ہونے سے پہلے نائکہ کو پان ضرور بھجواتا ہے ۔ منڈپ میں اونچی جگہ بیٹھتا ہے اور اپنے گلے سے ایک آدھ موتیوں کی مالا بھی اتار کر بڑی شان سے کلاکار کی طرف اچھال کر پھینکتا ہے، اور کلا کار کے کام کو غلط موقعوں پر سراہتا ہے“ ۔

دوتی

"اور اب میں تجھے بتاتی ہوں کہ ایسے نوجوان کو کس طرح اپنے جال میں پھانسا جا سکتا ہے ۔ سب سے پہلے تو تجھے کسی ایسے پیامی کا کھوج لگانا چاہئے جو اپنے کام میں خوب ہشیار ہو، جسے اپنے آپ پر پورا بھروسہ ہو، اور جو انسان کے دل کی باتوں کو بھی ایسے جانے جیسے ہم تم آنکھوں دیکھی باتوں کو جانتے ہیں ۔ پریم کا سندیسہ لے جانے والی اس
عورت کو بات کرنے کا ڈھنگ خوب آنا چاہئے ۔ اس 1
کی ہر بات ایسی ہو کہ بات میں سے بات نکلتی ہو تاکہ تیرے لئے جب وہ کوئی بات کرے تو بات کرنے کا پورا پورا حق ادا کر دے ۔ بات کرنے کے لئے پہلے
تو اسے صحیح موقعے کی تاک میں رہنا چاہئے اور پھر 2
پہلے تیرے پریمی کے سامنے پھول پات اور پان الائچی کی بھینٹ کرنی چاہئے ۔ اتنا کچھ کر کے' ہے سندری ! اسے چاہئے کہ پھر وہ اس پریمی سے یوں بات چھیڑے ——

''مہاراج ! معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہزار جنم کے پن آج میرے کام آئے ہیں ۔ آج میری محنت سپھل ہوئی ہے جو آپ جیسی آن بان والے نوجوان کو میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں ۔ اور مہاراج یہ تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اپنے آپ کو بیچنے والی سندرتا ناٹک کے کسی کلا کار کی طرح بناؤ کی باتیں کرتی ہے ' گاھک کو پھسلانے کے لئے بھلی باتیں کرنے لگے تو زمین آسمان ایک کر دے' چاھت کے سکھ کی باتیں اس کے دل کی نہیں اور دکھ کی آھیں بھی اس کے دل کی نہیں' نہ روٹھے دل سے نہ منے دل سے، اور مہاراج سادھو اور رنڈیوں میں ایک بات ملتی جلتی ہے ' چاھے سالوں کے بوجھ سے دبا ھوا کوئی بوڑھا کھوسٹ ھو اور چاھے کوئی بانکا جوان' چاھے کوئی اونچے گھرانے کا ھو چاھے نیچ جاتی میں اس کا جنم ھوا ھو ' چاھے کوئی روگی ھو چاھے بلوان' ان دونوں کے لئے سب ایک سے ھیں ۔

'' اپنے چاھنے والے کی ھر چیز پر ان کی نظر رھتی ہے چاھے کوئی ان کی توقع سے کہیں بڑھ کر دھن دولت ان پر نچھاور کر دے پھر بھی انہیں اس کے جسم کا آخری لتا اتروا لینے میں بھی شرم نہ آئے گی ۔ ایسے

رنگ ڈھنگ ہوتے ہیں ان عورتوں کے ' تو مہاراج آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی عورتیں کسی مرد کے سامنے کام دیو کے تیروں کے گھاؤ کی باتیں نہیں کیا کرتیں ۔ لیکن اس دکھیاری کی بات ان کی سی نہیں جسے اپنے آس پاس سے گھن آنے لگے ' جسے ہیرے جواہر کے سے سخت پتھر بھول جائیں اور جو پل پل چھن چھن چاہت کی نرم نرم باتوں ہی کو اپنی زبان پر لائے اور جس کا ہر سانس ایک بین بن جائے ' تو مہاراج اب میں کس منہ سے کہوں کہ جس ابلا کی بات میں آپ سے کرنے آئی ہوں اس کی بھی ایسی ہی حالت ہے

سچ ماننا مہاراج آپ کو دیکھتے ہی مالتی کے دل کو اس دیوتا نے گھائل کر دیا جو اپنی کمان اور تیروں کو پھولوں میں چھپائے رہتا ہے اور دیکھنا برا نہ ماننا' اس میں دوش سارا آپ ہی کا تھا کیونکہ آپ تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے پلک جھپکتے میں سندریوں کی جان لے لیتے ہیں ۔ پل کے پل میں اس کا روم روم جاگ اٹھا اس کے دل پر دکھ نے اندھا دھند دھاوا بول دیا ' اس کا انگ انگ کانپنے لگا اور اس کا سارا بدن پسینے میں بھیگ گیا ۔ اس وقت سے اب تک وہ روئے جا رہی ہے اور دکھ

سے گھلی جا رہی ہے، وہ اپنی سدھ بدھ بھول گئی ہے، اس کے جیون میں ڈھب کی کوئی بات ہی نہیں رہی، اس کی تو جیسے کایا ہی پلٹ گئی ہے، کبھی تو وہ بیٹھے بیٹھے ہنس پڑتی ہے اور اونچے اونچے کوئی سکھ کا گیت گانے لگتی ہے اور کبھی چپ ہو جاتی ہے تو پہروں بات تک نہیں کرتی جیسے دور نہ جانے کیا دیکھ رہی ہے یا جیسے آسے اپنے سامنے کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔ اور کبھی جب وہ تھک کر چور ہو جاتی ہے تو سیج پر دھپ سے گر پڑتی ہے، یا اپنی سکھیوں کے بازوؤں میں گر پڑتی ہے، یا زمین پر گر پڑتی ہے، یا پانی میں جا گرتی ہے، جہاں کہیں بھی ہوتی ہے گر پڑتی ہے اور اس طرح کبھی تو اس کی مثال کیچڑ میں لتھڑی ہوئی بھینس کی سی ہوتی ہے اور کبھی کنول کے تاگوں میں لپٹے ہوئے راج ہنس کی۔ اور کبھی مہاراج اس کی حالت گھائل مورنی کی سی ہو جاتی ہے۔ ہم نے چمپک، صندل، کنول، موتی هار، جل، کپور، چندر گانٹھ —— سبھی آزما دیکھے، اور ان سے ہٹ کر پریم کے دکھ کا ہر جانا بوجھا دارو آزما دیکھا، پر بیکار۔ وہ آگ جو دن رات آسے کھائے جا رہی ہے کسی طرح مدھم ہونے ہی میں نہیں

آتی۔ اور وہ داسیوں اور سکھیوں کے ہر جتن کے جواب میں یہی کہتی ہے۔ ہٹاؤ اس کافور کو یہاں سے' یہ نگوڑا موتیوں کا ہار کہیں اور کاٹ رہا تھا کیا' اس کنول کو میں سر میں ماروں کیا؟ اری سکھی' ذرا ان کنول کی پتیوں کو تو یہاں سے سمیٹ لو۔ بس ایسے ہی نراشا سے بھر پور بول اس کے ہونٹوں سے ہر گھڑی نکلتے رہتے ہیں۔

''اور پھر وہ دھیان ہی دھیان میں کامنا سے بوجھل سپنوں کے سہارے یہ سوچنے لگتی ہے جیسے تم اس کے پاس ہو' اور اس کے دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے اور وہ نرلاج ہو کر تمہیں اپنے سینے سے بھینچ کر لگا لیتی ہے اور جب گھڑی بھر میں اس کی آنکھیں یہ دیکھتی ہیں کہ وہ تو بہک گئی تھی اور اس کے بازوؤں میں کوئی بھی نہ تھا تو پھر دکھ میں جیسے ڈوب سی جاتی ہے۔ اس بچاری کا تو ہر کوئی بیری ہے' پیار کی باتیں اس کی بیرن ہیں' پھولوں کی سگندھ سے بوجھل ہوا کے جھونکے اس کے بیری ہیں' کوئل کی کوکو اور بھنوروں کی گنجار' یہ سب باتیں گویا اس کے سکھ چین کی بیری ہیں۔

"کام دیو کو تو اس نربل ناری پر دیا نہ آئی' آپ ھی دیا کیجئے مہاراج - ذرا کھڑے کھڑے ایک نظر اسے دیکھ جائیے' شاید اسی سے اس کی جان بچ جائے۔ اونچے جنم کے لوگ تو مہاراج نربل دکھیا سندرتا کے روگ شوک مٹانے ھی کے لئے جگ میں آتے ھیں - چاھے چھوٹا منہ بڑی بات ھی کیوں نہ ھو' مہاراج دوپل میری بات اور سن لیں تو میں کہوں کہ مالتی کون ھے اور کیسی ھے' لیجئے اپنے ٹوٹے پھوٹے بولوں سے میں اس کی صرف ایک جھلک دکھاتی ھوں -

"ھر چیز کے بنانے والے نے جب اس کنواری کے انگ انگ رچانے چاھے تو پھول کے زیرے کا وہ دانہ لیا جو کام دیو کی کمان سجاتے میں گرا تھا اور اس کے ماتھے پر بھنوروں کی قطار کی طرح ایک تیکھی بل کھاتی لکیر یوں معلوم ھوتی ھے جیسے آدھے چاند پر راھو کی ھلکی سی چھایا پڑ رھی ھو - اور اس کی آنکھوں کے اوپر ماتھے کے دونوں کناروں پر کالی کالی تیکھی بل کھاتی لکیریں ھیں جیسے بھنورے امڈ آئے ھوں -

"اے دل توڑنے والے جوان! مالتی کے ان ڈھکے چہرے کے سامنے چندا کی چمکتی تھالی ماند ھے اور کنول

کے پھول کی سندرتا دو دن کی چھایا ہے ۔ مدھ مکھی اس کی آنکھوں کو دیکھ کر رستہ بھول جائے اور پھر اس کے کان کی کنول کٹوری میں گر کر خوشبو کے نہ ہونے سے سدھ بھول جائے ۔ دوپہر گئے کھلنے والا پھول اس کے ہونٹوں کی سرخی دیکھ کر پیلا پڑ جاتا ہے اور اپنے ہونٹوں پر ایسی سرخی جمانا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ۔ اس کے سڈول جسم کی موہنی ایک ایسا جادو ہے جسے کوئی شکتی نہیں توڑ سکتی ۔ معمولی انسان تو اس کی سندرتا کی تاب ہی نہیں لا سکتے ۔ اس کے کولھے پریم کی ایک ایسی گڑھی کے سمان ہیں جسے دیکھ کر بھوت پریت کا جھرمٹ بھی نربل پڑ جائے ۔ اری مالتی ! اگر پریم کا دیوتا تیری سو سال پرانے پیڑ کے تنے کی سی بوجھل اور مضبوط رانوں کو دیکھ پائے تو اپنے تیر سے اپنا ہی کلیجہ چھید نے ۔ لڑائی کا دیوتا اس کے کوار پتے کی حفاظت کرتا ہے لیکن آج تک اس کی چال اس نے کبھی نہیں دیکھی نہ اس کے بدن کے حصے پر کبھی نگاہ ڈالی ہے ' اور دلوں کو الٹ پلٹ کرنے اور بنانے والے نے دنیا کی ہر چیز سے جدا اور ہر چیز پر چھا جانے والی اس سندری کو

بنا لیا تو اچانک چونک کر بول اٹھا ' واہ کیا چیز بنائی ھے !

" اندر دیوتا کی ایک ہزار آنکھیں بھی ھیں تو کس کام کی ' اس نے مالتی کو تو کبھی دیکھا ھی نہیں ، مالتی تو روپ کا ایک ایسا تارا ھے کہ اگر کبھی دھرتی پر دکھائی دے جائے تو کام دیو مہاراج بھی اپنے تیر ترکش میں سنبھال کمان کو کندھے سے لٹکا لیں - مالتی میں یہ بات نہیں کہ جس بھی لوبھی کو دیکھے اس کے سینے سے جا چمٹے اور اپنے لبادے کے بند کھول کے کولھوں سے نیچے گرا دے اور جھجک اور لاج کا بندھن توڑ دے - پھر بھی اس کا دل پریم کی کامناؤں سے بھر پور اور بے چین ھے -

"گھلاوٹ اور سپردگی کی حالت میں عورت کے گلے سے جو ان مل بے جوڑ آوازیں نکلتی ھیں انہیں مالتی کے گلے سے سننے کے لئے گنوں اور اچھائیوں کے لحاظ سے بڑے اونچے درجے کے مرد کی ضرورت ھے -

" اور اے سندریوں کی سندری ! اگر یہ سب کچھ سن کر بھی وہ نوجوان ٹس سے مس نہ ھو تو چاھت کی آگ کو بھڑکانے کے لئے دوتی کو چاھئے کہ وہ اس

نوجوان سے ناراض ہو کر اُسے آڑے ھاتھوں لینے کی کوشش کرے۔ واہ جی واہ، بڑے گھمنڈ والے ہو جو کسی کی باتوں پر دھیان ھی نہیں دیتے۔ جیسے یہ تمہارا رنگ روپ اور بانکپن جسے بنانے والے نے جوانی کے مزے اُٹھانے کے لئے ھی بنایا ھے تمہاری نظروں میں بہت ھی اونچا ھے' جیسے اب یہ تو سن ھی لیا کہ مالتی تمہارے لئے مری پڑتی ھے اور تم اُسے منہ نہ لگاؤ گے۔

" اجی مہاراج کان کھول کر سن لیجئے۔ پریم کے ھاتھوں اتنے دکھ اٹھا کر مالتی کا تو اب یہ حال ھے کہ وہ چاھت کی ھر بات سے تنگ آچکی ھے، نہ تو اُسے کسی کے اونچے گھرانے کی پروا ھے نہ دھن دولت کی اور نہ گن گیان کی، وہ اچھی طرح سمجھ چکی ھے کہ بیکار اس نے اپنے سونے کے سے دل کو تمہاری طرف لگایا اور بیکار اس نے تم سے گھمنڈی کی مورتی کا دھیان اپنے من کے آسن پر جمایا۔

" اور اس کے ساتھ ھی یوں بھی کہے کہ مہاراج آپ کا چمتکار دن دونا اور رات چوگنا ہو' میری ان باتوں کا برا نہ ماننا' کیونکہ یہ سخت سست باتیں تو ایک ایسی عورت کی باتیں ھیں جس کی سکھی کو چاہ

کے روگ نے مستا رکھا ہے ۔ مہاراج اپنی دیا سے اب اس سے آن ملو۔ ایسے اس سے آن ملو جیسے چندا سے چاندنی ملی ہوئی ہے ۔ اور اس سندری کا روپ جو پہلے ھی چاند کے سمان ہے ، اور بھی چمک اٹھے گا ۔ چلو' اپنے چھیلا دوستوں کے جھرمٹ کو چھوڑ کر اب وھاں چل دو جہاں سنجوگ کی گھڑیاں تمہاری راہ تک رھی ھیں ۔

سر ملاپ

” ہے سندری ! اگر یہ سب باتیں سن کر بھٹ کے بیٹے کے دل میں پریم کی کونپل پھوٹ نکلتی ہے تو وہ جب تیرے گھر آئے تو اس سے اس طرح ملیو ۔

” جب وہ پاس آئے اور تجھے دیکھ پائے تو اُسے دیکھتے ہی کھڑی ہو جائیو ' اور جھک کر پر نام کیجئیو ' جہاں آپ بیٹھی ہو وہاں اُسے بیٹھنے کو کہیئو، اور اپنے پلو سے اس کے پیر پونچھیو ' اس طرح جب وہ یہ سمجھے کہ جیسے تجھے اس کا دھیان ہی نہیں رہا اور اس کی آنکھوں نے تیرے ڈنٹر ' تیری بغلوں کی گولائی ' تیرے پیٹ اور کندھے اور تیرے سینے کو دیکھ لیا ہے تو ایک دم وہاں سے ہٹ جائیو ' اور پھر اسے دکھائی نہ دیجئیو ۔ پھر یہ تیری ماں کا کام ہے کہ وہ ایک ایسے کمرے میں اس کا سواگت کرے جہاں ایک مزے کی سیج لگی ہو ' جہاں جگمگاتی شمعیں

روشن ہوں، جہاں ہوا خوشبوؤں سے بوجھل ہو، جہاں ہر طرف پھول ہی پھول سجے ہوں، اور جہاں اگر، لوبان، دوب اور دوسری خوشبوئیں سلگ رہی ہوں۔ تیری ماں کو چاہئے کہ نوجوان کو اس جگہ تک لے جائے جہاں ایک سہانا شامیانہ لگا ہو اور پھر کہے —— آج میری پرارتھنا پوری ہوئی، آج مدن دیوتا نے میری کٹیا کی شوبھا بڑھائی، آج اس کٹیا کے اندھیرے میں وہ رتن چمکا ہے جس کی کہیں مثال ہی نہیں، اے مردوں کے سنگار! آج وہ بھلا دن آیا ہے کہ دو دلوں کا سنجوگ ہو اور وہ ایک دوسرے کی سنیں۔ آج میری کومل بالکا اپنا ناری کا جنم سپھل کرے گی اور اپنی سنگت والیوں کو نیچا دکھائے گی۔ اس جگ میں تو کنیا دھن ہی سب سے بڑا دھن ہے۔ ایک دنیا پتر کے جنم پر خوشیاں مناتی ہے۔ لیکن جس کے ایسی بیٹی ہو کہ تم سے جوان اس سے آن ملیں اسے بیٹوں کی کیا ضرورت ہے۔ بیٹا! مالتی کو تم سے بہت ہی پریم ہے، سو میں بھی اُسے اب تمہارے ہی ہاتھوں میں سونپتی ہوں۔ اب تم جانو اور تمہارا کام—— پر ایک بات ہے کہ اُسے کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے دینا، اس کے دکھ سکھ کا ہر طرح سے خیال رکھنا——

" جب تمہاری ماں اس طرح کی باتیں کر رہی ہو تو تمہیں چاہئے کہ جلدی سے خوشبوؤں میں بسے ہوئے نرم نرم کپڑے پہن لو اور سگھڑ سبھاؤ کے گہنے پاتے سے سج لو اور پھر اپنے چھیلا کی طرف یوں قدم بڑھاؤ جیسے کچھ کچھ چاہ جتاتے ہوئے ' کچھ کچھ شرماتے لجاتے ہوئے ' کچھ جیسے کسی بات سے گھبراتے ہوئے ' کچھ دل کی کامنا سجھاتے ہوئے ۔ کبھی یوں ھی اپنے کسی انگ کی جھلک دکھا دی ' کبھی نرم نرم لہجے میں ، ھلکی سی سرگوشی میں کوئی بات کہہ دی ' لیکن اس کا دھیان رہے کہ تمہاری ھر بات مزے کی بات ہو ' اس میں کوئی نہ کوئی دل لگی کا پہلو نکلتا ہو ' اور ایسی باتیں کرتے ہوئے تم اس کے پاس ھی پاس رہو ۔

" جب تمہاری ماں اور تمہارے نوکر چاکر ادھر اُدھر ھو جائیں اور وہ تمہاری طرف بڑھے تو تمہیں کچھ ایسا بھاؤ رکھنا چاہئے جیسے تم بڑی شرمیلی ہو ' اور جب وہ اپنی گرم گرم سلگتی ہوئی نگاھوں سے تمہیں دیکھے اور تم سمجھو کہ اب اس کے دل کی کسوٹی ڈول اٹھی ھے تو پھر تم بڑی نرمی سے اس کی ھر حرکت کا مقابلہ کرنے لگو ۔ وہ تمہیں پچکارنا چاھے ' تمہارے

کسی انگ کو سہلانا چاہے تو آہستہ سے اس کا ہاتھ ہٹا دو ۔ اور یوں ظاہر کرو جیسے تم اُسے مطلب کی بات نہیں پانے دوگی ۔

" لیکن جب وہ چاہ کا کھیل شروع کرے تو تم بھی ظاہر کرو جیسے آہستہ آہستہ تم پر بھی اثر ہونے لگا ہے اور تمہارے دل میں بھی سوئی ہوئی کامنا جاگتے جاگتے بالکل جاگ اٹھی ہے اور پھر تمہیں چاہئیے کہ اپنا انگ انگ اس کے حوالے کر دو ۔ وہ تمہارے کسی بھی انگ کو تھپکائے ' چٹکی بھرے ' یا سہلائے تم اس کا ہاتھ جھٹک دو لیکن ساتھ ہی ساتھ ڈھیل بھی دے دو ' جیسے مان گئی ہو ۔ ایسے سمے میں چھوٹے چھوٹے گرم گرم سانس جن سے نربلتا پھوٹی پڑتی ہو اُسے سنائی دینے چاہئیں ۔ اور پھر اُسے یوں محسوس ہو جیسے تمہارے جسم کا رونگٹا رونگٹا جاگ اٹھا ہے اور تم پسینے میں بھیگ گئی ہو ۔ جب وہ دانتوں سے تمہیں کاٹے تو دکھ بھری آہیں بھرو ۔ بلکہ یوں معلوم ہو جیسے درد سے کراھنے لگی ہو تاکہ اس کے دل میں تمہاری چاہ اور بڑھے اور جب وہ اپنے ہونٹوں سے کام لے تو تمہیں چاہئیے کہ اپنے گلے سے ہلکی ہلکی بے معنی چیخیں سی نکالو ۔ اس کے ناخون چبھیں تو تمہاری سانسوں

میں ملی ہوئی آوازیں آسے سنائی دیں اور جب وہ تندی میں آکر تمہیں چپتیا دے تو تم بھی زور زور سے کراہنے اور آہیں بھرنے لگو ۔

"اور جب آنند کی گھڑی آئے تو تمہارے گلے سے طرح طرح کی آوازوں کا ایسا شور نکلے جیسے کوئی کوئل بول رہی ہے ' کبھی بٹیر ' کبھی راج ہنس اور کبھی فاختہ اور کبھی کبھی مادیاں اور ان سب آوازوں میں گھلی ملی تیری اپنی قدرتی آوازیں بھی ہونی چاہئیں ' اے سریلی آوازوں والی سندری !

"تمہیں چاہئے کہ اپنے چاہنے والے سے رکتے رکتے ہکلاتے ہوئے کہو ــــ اتنا تو نہ دباؤ ' ارے نردئی ' بیری ! اتنا تو نہ دباؤ ۔ ارے ذرا تو ٹھہرو میرے بیری ! ــــ اور یونہی جب سنجوگ کی ریت جاری ہو تو کبھی نرمی دکھاؤ ' جو بھی کہے مان جاؤ ' کبھی لاج سے اپنا بدن چراؤ ' کبھی بڑھت سے کام لو اور کبھی تکان اور کمزوری دکھاؤ ۔ جیسے جیسے اس کا جی چاہے ویسا ویسا بھاؤ تم بھی ظاہر کرو ۔ بے تمیزی اور نادانی کی ایسی حرکتیں بھی کرو جو اس کی سمجھ میں نہ آسکیں ۔ اور جوں جوں عیش کا جوش اور

گھبراہٹ بڑھتی جائے تمہاری ابتری اور ہڑبونگ میں بھی زیادتی ہوتی جائے اور جب کام ختم ہو لے تو بغیر کسی کھٹکے کے ناخنوں کے نشانوں سے بے پروا ' ادھ کھلی آنکھوں کے ساتھ چپ چاپ لیٹی رہو ' جیسے تمہاری طاقت نے جواب دیدیا ہے اور تمہارا انگ انگ تھکن سے چور چور ہے۔ لیکن بہت جلد تمہیں چاہئے کہ اچانک اس غفلت کی حالت سے ہوش میں آ جاؤ اور جلدی سے اپنے کولہوں کو ڈھانک لو اور یہ ظاہر کرو جیسے بہت ہی تھک چکی ہو اور ساتھ ساتھ اُسے تھکی ہوئی سست نظروں سے دیکھو ' اور ایسی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاؤ ' جیسے کچھ تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا بات ہے اور تم پھر ایک الگ سی جگہ پر جا کر اپنا منہ دھولو ' اور اپنے ہاتھ بھی دھوؤ اور اپنے پیر بھی دھوؤ ۔ پھر ایک پل بیٹھ کر اپنے بالوں کو ٹھیک ٹھاک کرو ۔ اور پھر منجن سے اپنے دانت صاف کرکے سیج پر آن بیٹھو اور ہلکے ہلکے لہجے میں نرم نرم بولوں کی گھلاوٹ کے ساتھ اس سے باتیں کرنے لگو ۔ اچانک بڑے جوش کے ساتھ اس کی گردن میں باھیں ڈال دو اور کہو——بھٹ کمار جی ' تمہاری پتنی تو تمہیں بہت ہی چاھتی ہوگی ' وہ تو تمہاری

پوجا کرتی ہوگی اور جب تک تمہارا دل اس کی طرف جھکا ہوا ہے، کسی اور کی سنگت تمہارے کس کام کی ۔ اس کے تو مزے ہی مزے ہیں کیونکہ اُسے تمہاری گھر والی بننے کا سوبھاگیہ ملا ہے ' اور وہ تو ہر گن میں پوری ہوگی اور پھر اس کی اولاد کی قسمت بھی کتنی اچھی ہے ۔ تمہارا دل تو اس سندری کا بال بندھا ہے ۔ پرماتما اس کا جنم سپھل کرے اور وہ اپنے مات پتا کے نام کو اونچا کر سکے۔ تمہاری یہ کنول سی آنکھیں کبھی کسی عورت کو بھولے سے بھی دیکھ لیں تو وہ خوشی سے پھولی نہیں سماتی بلکہ اس کے اندام کی کوریں سمٹ جاتی ہیں ۔ اور وہ اپنے آپ سے باہر ہو رہتی ہے۔ لیکن تم جانو مالک کی ذرا سی چاہ سبھی نادان اور بھولے دلوں کو بھٹکا سکتی ہے اور اسی لئے میں تم سے اپنے لابھ کے لئے ایک پرارتھنا کرتی ہوں ۔

" آج تم نے مجھے اپنی چاہت کا یہ ذرا سا ثبوت دے کر میری جان بچائی ہے ' پتا نہیں تم نے کیوں ایسا کیا ' ممکن ہے میری بالی عمر کی وجہ سے ' ممکن ہے ذرا سی دیر کو میں تمہارے من بھا گئی ہوں ' ممکن ہے تم نے سوچا ہو کہ بھئی ذرا یہ سیر بھی دیکھیں '

یا تمہیں مجھ پر دیا آئی ہو، یا شاید میری قسمت کا ستارا ھی چمک اٹھا ہو یا ہو سکتا ھے کہ میری بھیجی ہوئی دوتی کی باتیں ھی آڑے آئی ہوں یا اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تو صرف تمہارا جی ھی کیا ہو، اور تم نے آج اپنی چاہت کا یہ ذرا سا ثبوت دیا ہو، چاھے کوئی بھی بات ہو میں نہیں چاہتی کہ تم رنڈیوں کے طور طریقوں سے انجان رہو، کیونکہ اس سے اب میرے دل کو دکھ پہنچے گا۔

”سنو، ہم رنڈیوں کے وجود کی بنیاد ھی ان باتوں پر ھے کہ کبھی تو چاہت میں اپنا آپ گنوا دیں اور کبھی کسی کو اپنی نفرت کی آگ سے جلا دیں، کسی سے ہنسیں بولیں تو سگھڑ سبھاؤ کا نمونہ بن جائیں اور کسی سے منہ پھیرلیں تو اس کی ایسی ہنسی آڑائیں کہ وہ یاد ھی کرے۔ اب ایسی صورت میں اگر کبھی کسی رنڈی کے دل میں کسی کی سچی اور پاک محبت پیدا ہو جائے تو یوں سمجھو کہ اسکی زندگی دکھ کا گھروندا بن جاتی ھے اور وہ جدائی کے خیال تک کو بھی نہیں سہہ سکتی۔“

لاگ لگاو

"اور اے سندری پھر تو اپنے نئے پریمی سے یہ کہیو کہ ایسی ہوتی ہیں کامنا کی داسیاں' انہیں صرف اپنے کام سے کام ہوتا ہے اور اپنے مطلب سے مطلب' ایمانداری اور سچائی تو ان کے دل میں ہوتی ہی نہیں' تو پھر تمہیں بھلا ان سے سکھ آنند کے کتنے کھوئے ہوئے جھونکے مل سکتے ہیں۔ سکھ سے دور سانس لیتے ہوئے منڈی کی دلہنوں کو سچائی کی رتی بھر پروا نہیں ہوتی' انہیں صرف اسی کا دھیان رہتا ہے کہ کس طرح گاہک کی فضول سے فضول بات کے سامنے سر جھکا دیں اور اس کے لئے یہ چونسٹھ کلاؤں کی استاد ہوتی ہیں۔ تم نے دیکھا نہیں کہ گھوڑا اپنے سوار کا دل کس طرح موہ لیتا ہے لیکن اسے سوار کے برے بھلے کی پروا تو نہیں ہوتی' اور اس کی ضرورت بھی کیا ہے' اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سوار کے اشارے پر جدھر وہ لگام

کھینچے اُدھر جائے ' ٹاپ لگوائے تو ٹاپ جائے ' ڈھیلا چھوڑ کر ایک آدھ جھٹکے پر چل کھڑا ھو اور لگام کے کھینچنے سے رک جائے - طوطے مینا میں بھی کونسی خوبی ھے ' یہی نا کہ بچوں کو ایک کے رنگ اچھے لگتے ھیں اور ایک کی نقلیں - ناٹک کے کلاکار کو یہی جاننا کافی ھے کہ کس طرح تماشائیوں سے کھیلا جاتا ھے ' کس طرح رلایا جاتا ھے چاھے اپنے آپ کو ھنسی آ رھی ھو اور کس طرح ھنسایا جاتا ھے چاھے اپنا دل رو رھا ھو - رنڈیوں کو تو اس کی بھی کوئی سوچ نہیں ھوتی کہ آتما اور شریر کے جس کھیل سے جی بہلانے کو جاتری آیا ھے وہ اُسے اچھی طرح جانتا بھی ھے یا نہیں - اور ذرا اس مورکھ سے جو بیسوا کی باھوں میں رہ کر مزے تو اٹھاتا ھے لیکن یہ سمجھتا ھے کہ خواہ مخواہ کا خرچ ھوا یہ تو پوچھو کہ آخر تیرے گھر والی ھوتی تو اس کے کھانے کپڑے پر بھی تو چند ٹکے خرچ کرنے پڑتے - اور پھر یہ بھی نہیں سمجھنا چاھئے کہ مردانگی کا رعب صرف روپے پیسے ھی سے جمایا جا سکتا ھے ' آخر عورت کی بھی آتما ھے ' اُسے بھی اپنے شریر کی پیاس بجھانی ھوتی ھے- پراچین کال کے بڑے بڑے گیانی یہ بات اچھی طرح جانتے تھے- اور سنسار

کے چاروں کھونٹ پھر کے پتا لگایا جائے تو ہر جگہ لوگ اب بھی مانتے ھیں۔ اس چاھت کو کس نے روکا ھے جو جوانی کے رسیلے پھل کے سمان ہوتی ھے، جس کے جنم لیتے ھی روم روم جاگ اٹھتا ھے، جس کا کوئی کارن نہیں ھوتا کیونکہ وہ بڑی تیزی کے ساتھ سیدھے سادے سبھاؤ سے ظاھر ھو جاتی ھے۔ بیسوا کے دل میں جب چاھت کا سوتا پھوٹ نکلتا ھے تو بھلے لوگوں کے رکھ رکھاؤ اور داس داسیوں کی روک تھام کے ھوتے ھوئے بھی وہ شخص اسے آسانی سے پہچان سکتا ھے جس کی وجہ سے یہ بات ھوئی ھو۔ بھویں سیکڑنے سے یہ بات ظاھر ھو جاتی ھے اور کنکھیوں سے یہ بھید کھل جاتا ھے۔ اور پھر ایسی عورتیں بھی تو ھوتی ھیں جو لوک لاج کو بھول کر گھر بار چھوڑ دیتی ھیں اور یہ نہیں سوچتیں کہ بیاھتا کے دامن پر کیسا داغ لگے گا۔ کیونکہ ان کے دل لہو کی گرمی سے چمک اٹھتے ھیں اور اپنے پریتم کو پانے کے لئے وہ دھرتی کا کونا کونا چھان مارتی ھیں، سادہ لوگ انہیں برا بھلا کہتے ھیں اور ان کے سوامی اور گھر کے لوگ ان سے گھن کھانے لگتے ھیں، ان کے آس پڑوس اور جان پہچان والے ان پر انگلیاں اٹھاتے ھیں، پر ایسی باتوں سے وہ

اور بھی کھل کھیلتی ھیں' اور پھر وہ کسی اور سے مدن ترنگ میں ڈوب کر پیار کرتی ھیں اور اگر ان عورتوں کی پوچھو جو سیدھے رستے پر چلتی ھیں اور کبھی نہیں ڈگمگاتیں' جو صرف اپنے سوامی کو چاھتی ھیں تو یہ تو مانا کہ وہ رنگ ترنگ کے بہاؤ میں کبھی نہیں بہتیں پریہ صرف عادت کی بات ھے۔ ایک سندر عورت جب کسی سے پریم کرتی ھے تو اس کے کارن رنگ رنگ کے ھوتے ھیں اور کون بتا سکتا ھے کہ کس کارن سے کس نے پریم کیا؟ چاھے کوئی کسی کی گھر والی ھو چاھے منڈی میں مول لی ھوئی اور چاھے کسی دوسرے کی گھر والی' جب تک گھٹ پٹ نہ کھل پائیں اصل بھید کا پتہ نہیں چلا کرتا۔

”جب تم اس طرح کی ان مل باتوں سے اپنے گاھک کا دل موہ لو تو تمہیں چاھئے کہ پیارے پیارے بولوں میں بڑی ھوشیاری سے اسے یہ جتاؤ کہ تم بہت ھی تھک گئی ھو' نیند سے تمہاری آنکھیں بوجھل ھیں اور ساتھ ھی ساتھ سیج سے اٹھنے کی بھی کوشش کرو۔ اس موقعے پر جمائی لینا بہت ضروری ھے اور پھر تم اچھی طرح اپنی آنکھیں کھو لو اور یہ کہتے ھوئے' اس

کے گلے سے لگ جاؤ——ارے ! یہ نگوڑی رات اتنی جلدی چل دی ' بیرن کہیں کی !

" تم ایسے بلوان کے ساتھ ایک نربل عورت سنجوگ کے آنند کیسے سہہ سکتی ھے ' یہ پریم کی شکتی ھے جو اسے اس جوگ بناتی ھے ' سگندھ بھرا من موھن پھول جیسے ابھی بھنورے نے چھوا تک نہ ھو چاھت کے کھلتے ھوئے درد کو کیسے جان سکتا ھے ' اس لئے میں ھاتھ جوڑ کر پرنام کرتی ھوں اور تمہارے چرن چھوتی ھوں کہ مجھے بھی آج سے اپنی داسیوں میں سے جانو -

" اور اس طرح جب تم طرح طرح کے طریقوں سے اس کے دل میں اپنے لئے بھروسے کو جگاتی جاؤ تو اس سے کہو——اجی جاؤ جی جاؤ ' تم بڑے کوئی کے ھو ' کل ھی کی تو بات ھے ' میں کھڑکی میں سے جھانک رھی تھی تو میں نے تمہیں 'شنکر سین' کی کھلائی سے باتیں کرتے دیکھا تھا ' خیر اس سے باتیں کرنے میں تو کوئی برائی نہیں کیونکہ میں سمجھی کہ تم اسے میرے لئے کوئی سندیسہ دے رھے ھو لیکن یہ بات کچھ جچی نہیں کہ تم بہت دیر تک اس کی آنکھوں میں آنکھیں

ڈال کے اس کی صورت کو تکتے رہے تھے' اس سے
البتہ مجھے ضرور دکھ پہنچا تھا۔

" اچھا جناب یہ تو ہم نے مان لیا کہ وہ خاص طور
پر تم سے ملنے نہیں آئی تھی' نہ تمہارے پیچھے پیچھے
بھاگی پھری تھی' ہاں رستے میں مل گئی تھی اور
موقعے سے قائدہ اٹھا کر کچھ کہہ رہی تھی پر یہ تو
بتاؤ کہ جب 'کملا دیوی' چل دی تو تم نے پھر سے
اسے کیوں بلایا ؟ اور پھر اسے بہت زور دے دے کر
پان کیوں کھلایا ؟

" اور کیوں جی' یہ 'کنت مالا' کو اتنے مزے میں
آ کر کیوں تک رہے تھے تم ؟ کبھی تمہاری نظریں
اس کے کندھوں پر جاتی تھیں کبھی چھاتیوں پر جاتی
تھیں اور کبھی تم اس کے کولھوں کو تاکتے تھے اور
اس موئی کو بھی تو دیکھو کیسی ڈھیٹ نرلاج ہے'
لہنگے کے جھول کو ایک طرف سے کس کر بھرے
بازار میں کولھا ابھار رکھا تھا !

"اور یہ تو بتاؤ یہ 'راما' بچاری کا پلو پکڑ کر کیوں
کھینچا تھا تم نے ؟ چلو مان لیا ھنسی ھنسی میں' تو
پھر وہ بھاگی کیوں تھی تم سے ؟ اور پھر یہ بھی تو

بتاؤ —————— کہ جب بھاگتے میں اس کی اوڑھنی تمہارے ہاتھوں میں آ رہی تھی تو اس نے رک کر کیا کہا تھا تم سے ؟

" کسم لتا' کو تم کہتے ہو کہ بڑی پڑھی لکھی ھے' سب کچھ جانتی ھے' اور 'مرگ دیوی' کے ناچ کو تم سراھتے ہو' پر یہ سیدھا راستہ چھوڑ کر 'مادھو سین' کے گھر کا چکر کاٹنے سے کیا مطلب ھے آخر ؟

" اور اے نازک کمر والی ! جب ایسی ایسی باتوں سے اس کے دل میں سوئی ہوئی لہروں کو جگا دو' تو اے بڑی بڑی آنکھوں والی ! اپنے آپ کو اوڑھنی میں لپیٹ لپاٹ کر اس کے پاس سے اُٹھ آئیو' اور پھر اوٹ میں رہ کر اپنی میا سے اس طرح اونچی آواز میں جھگڑا کیجئو کہ تیرا جاتری تم دونوں کی ہر بات سن سکے - ایسے موقعے پر تیری میا کو چاھئے کہ تجھ سے کہے ————

" اری مورکھ' اس 'بھٹ آنند' کے بیٹے کے ھاں تو دھن دولت کا کوئی حساب ھی نہیں ھے' نہ اُسے دولت کی کوئی پروا ھے' اور تیرے پریم کے جال میں بھی وہ آن پھنسا ھے' اور اس کے ساتھ ھی وہ دل کا بھی

دھنی ہے، لیکن تو نری مورکھ ہے، سدا تیرا یہی چلن رہا ہے کہ جو نہ کرنا ہو وہ کیا، تو نے اس کے سامنے اپنے گھٹ کے پٹ کیوں کھول دئیے؟ نادان کہیں کی، وہ 'کیشو سوامی' کیا برا ہے، ایک تو وہ تیرے روپ کے نشے سے اندھا ہو رہا ہے، دوسرے اسے دھن دولت لٹانے میں مزا آتا ہے، تیسرے اس کے دل میں اپنی گھر والی کی رتی بھر چاہ نہیں ہے لیکن تو بھی ایسی عقل کی اندھی ہے کہ تو نے میری ایک بھی بات کا دھیان نہ کیا، اور اسے سخت سست کہہ کے دھتا بتا دیا۔

"اور پھر اس آبکاری کے داروغہ کی طرف ہی دیکھو، راجا کے خزانے میں سے وہ جتنا چاہے ادھر آدھر کر سکتا ہے، محکمہ مال کا ہزاروں لاکھوں روپیہ اس کے ہاتھوں کے نیچے رہتا ہے۔ اور اس کی حفاظت کا اسے کچھ خاص خیال بھی نہیں، ایمانداری سے وہ کوسوں دور ہے، پر کیا کروں، تیری سمجھ پر کچھ ایسے پتھر پڑے ہیں کہ اسے خاطر ہی میں نہیں لاتی ہے۔

"اور پھر وہ 'پربھو رتو' بھی کوئی ایسے ویسے کا پوت نہیں، اس کا باپ بہت بڑا سیٹھ ہے اور بالکل بوڑھا اور

روگی، آج مرا کل دوسرا دن، لیکن تمہاری پسند کچھ دنیا سے ایسی نرالی ہے کہ اس کا بیٹا بھی تمہیں نہیں بھاتا۔

"قسمت جب بھی پلٹا کھانے میں آتی ہے تم اس سے بھاگتی ہو اور پھر مجھی کو کوستی ہو، آخر 'واسو دیو' ہی کو دیکھو، سونے میں تول کے رکھ دے تمہیں، پر تم نے اُسے بھی انکار کرکے کہیں کا نہ رکھا۔ اور اب وہ دوسروں میں دولت لٹاتا پھرتا ہے۔

"اور پھر وہ بھی یاد ہے، اچھا بھلا سا آدمی تھا پر تمہاری ناسمجھی کہ ایک آنکھ بھی اس کی طرف نہ دیکھا بلکہ اس کے سامنے دوسروں سے زیادہ گھل مل کر باتیں کیں اور اُلٹا اُسے جلایا، نتیجہ ؟ اُس کا بھی دل پلٹ گیا اور اس نے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔

"اور پھر صرف دھن دولت کا جھگڑا ہو جب بھی کوئی سمجھے کہ چلو تم ہی ٹھیک کہتی ہو، لیکن سرو تو ایسا اچھا چتر کار ہے، اور پھر پریم کے تاؤ بھاؤ بھی خوب جانتا ہے، طاقت میں دیکھو تو بلوانوں میں بلوان، اچھا خاصا بیل کا بیل ہے اور پھر تم پر اس کا دل بھی کس بری طرح آیا تھا لیکن واہ ری میری

بچی، ھٹ ھو تو ایسی ھو، اسے بھی اپنا بیری بنا کر ھی چھوڑا ۔

" تجھے تو بس اپنے من ھی کی پڑی ھے، میرا من نہیں کرتا، میرا من نہیں چاھتا، اور 'سندرا دیوی' کے گلے میں وہ موتیوں کی مالا دیکھ کر تجھے لاج نہیں آتی جو 'مدھو سودن' کے بیٹے نے اسے دی ھے، اور یہی مالا تو چاھتی تو تیرے گلے میں ھوتی آج، تجھ سے نراش ھو کر ھی تو وہ اُدھر جا گرا ۔

"اور ذرا اس 'من متھ سین' کو تو دیکھ، تجھ سے زیادہ سندر دکھائی دیتی ھے، اور کارن ؟ کارن صرف اتنا کہ نہ تو 'سینہہ راگ' سے جھگڑ بیٹھتی اور نہ وہ اس کے پاس پہنچ پاتا ۔

" اور پھر کوئی ایک بات ھو تو گنوائے بھی کوئی، 'نندی سین' کے بیٹے 'بھٹا دھیپ' ھی کو دیکھو، اب دن رات 'شوا دیوی' کے دوار پر رھتا ھے ۔

" اور پھر وہ گھر تو دیکھا ھی ھوگا، کوٹھے کا کوٹھا جگمگ کرتا ھے، سارے نگر میں ایسا کوئی اور مکان نہیں ھے، اب بھلا 'انگ دیوی' کے پاس کہاں سے آیا وہ ؟ 'بھاؤ شد' نے دیا تھا اسے' ۔

" اور بیوپار کے مال پر چنگی کی جو آمدنی ہوتی ہے وہ ساری راجا کے خزانے تک تو پہنچتی ہی نہیں کیونکہ اس میں تو 'نرمدا' کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں اور یہ ساری مہربانی 'رام سین' کی ہے جو منڈیوں کا داروغہ ہے' اور یہی 'رام سین' پہلے پہل تمہارے پاس آیا تھا۔

" اور اس 'پربھو سوامی' کی تم ہنسی اڑاتی ہو جو بچارا نہ تو پورا مرد ہے نہ عورت' کامنا تو مانا اس کے دل سے چھو تک نہیں گئی پر وہ یہ تو چاہتا ہے کہ کوئی اسے بڑا بلوان مانے۔

" اس 'روی دیو' ہی کو دیکھو ڈنٹر بیٹھک کے سوا اسے کوئی کام ہی نہیں اور راجہ کی ناک کا بال بھی وہ بنا ہوا ہے اور تمہارے سامنے چاکر بننے تک کو تیار ہے۔ پر اس نے جب اپنی بات کہی تم نے بھی اپنی ہی بات کہی۔

" میں پوچھتی ہوں اری مورکھ کہیں کی یہ جو تیرا کوئی ہوتا سوتا ساتھ کے کمرے میں بیٹھا ہے یہ کیا کام دیو کے گھرانے سے آیا ہے ؟ جادو ٹونا جانتا ہے یہ ؟ بھوت پریت اس کے قابو میں ہیں کیا' جو تو اس پر اس بری طرح ریجھ گئی ہے' میں کہتی ہوں یہ

سب بچپنے کی باتیں ھیں اور یاد رکھیو کہ بچپنے کی باتیں جس بھی رنڈی نے کیں وہ کہیں کی نہ رھی' نہ اس کی جوانی اپنی نہ اس کا بڑھاپا کسی کام کا' اور جوانی سے بڑھاپا آتے کون سی صدیاں گھسٹتی ھیں' پل دو پل کی بات ھے ساری' چار دن کی چاندنی ھے بنو میری اور اگر یونہی جوانی کے دنوں میں جبکہ لابھ اٹھا سکتی ھو اپنی کامنا کے سکھ آنند میں مگن رھیں اور اپنی من مانی ھی کرتی رھیں تو بڑھاپے میں دھرتی پر سونے کو چٹائی تک پاس نہ ھوگی' یہ سن رکھو۔

" اور اپنی ماں سے یہ سب کچھ سن کر تمہیں یوں جواب دینا چاھئے ——— اجی تم بھی کیا ھاتھ دھو کر پیچھے پڑ جاتی ھو' اچھا جو تم کہتی ھو سب ٹھیک' پر ایک بات میری مان لو! میری اچھی میا! اچھی! ——— ذرا مجھے وہ میرے نئے کپڑے نکال دو' مجھے دریا پر اشنان کے لئے جانا ھے اور پھر مندر میں پوجا کے لئے تاکہ ھم دونوں کا سنجوگ امر ھو جائے۔

" جو عورتیں ملنہار لوگوں سے نہیں ملتیں' جو اپنے مرد کے چناؤ سے اپنا آپ تباہ کر لیتی ھیں انہیں کم سے

کم ایک بات کا تو فائدہ رہتا ہے کہ سنسار کی کوئی بھی شکتی انہیں اپنے پریتم کے سنجوگ سے نہیں روک سکتی ۔ دھن دولت کا ڈھیر لگانے میں کوئی خاص بات نہیں، کوئی مزہ نہیں، مزے کی بات تو اس جیون میں صرف یہی ہے کہ ہم اپنے پیتم سے مل جائیں ۔ دھن دولت کی چبھن تو کانٹوں کی سی ہے ' اس سے نہ تو دل کو تسلی ہوتی ہے نہ کوئی اور سکھ ملتا ہے ۔ جس دل میں چاہ نے گھاؤ لگا دئے ہوں اسے دھن دولت کی بھلا کیا پروا ۔ وہ دل تو بھرپور جوانی کی مستی کے امرت میں دھل جاتا ہے، ایسا دل ہر کسی کے سینے میں نہیں ہوا کرتا میری میا !——سب سے بڑا فائدہ جو اس جیون میں مجھے ہو سکتا ہے صرف اتنا ہے کہ وہ مجھے اپنی باھوں میں لے کر اپنے ھاتھ سے پان کی گلوری میرے منہ میں دے ۔ اور جب وہ میرے انگ انگ پر چاھت کی گرمی سے آئے ہوئے پسینے کو اپنے پلو سے پونچھتا ہے اور میرے سر کو اپنے سینے سے لگائے رکھتا ہے تو مجھے ایسا آنند ملتا ہے کہ اس کے سامنے سارے سنسار کا سونا اور ھیرے ڈھول اور کنکر کے سمان ھیں ۔ اگر اس کی آتما میرے ھونٹوں پر

جھکی رہے، اگر میں اس کے ہر ایک رس بھاؤ کو نیند کے جھونکوں سے بوجھل بنادوں، اگر اس کے دل میں کوئی دھیان ہو تو میرا ہی دھیان ہو، تو 'نل' سے بھی کہیں بڑھ کر اس سندر پیتم کو پا کر میں سمجھتی ہوں کہ جگت کی ساری بیسواؤں سے میری آن بان نرالی ہے۔ چاہے کوئی عورت کتنے ہی پھولوں کا رس کیوں نہ چوس چکی ہو اگر کبھی سو بھاگیہ سے اسے ایسا پریم مل جائے تو یوں سمجھو کہ اس کے لئے تو سفر کی آخری منزل آن پہنچی - پیاری میا تو تو ان باتوں کو دیکھتے ہوئے بڑی سیدھی سادی ہے، بڑی بھولی بھالی ہے، تیری باتیں کتنی اچھی ہیں، تیری ایک ایک بات میں سوجھ بوجھ کی سو سو لہریں ہیں، پر یہ لہریں میرے کانوں کے دروازوں ہی سے ٹکرا کر رہ جاتی ہیں کیونکہ میں تو اپنے پریتم کے سینے میں سما چکی ہوں - چاہے میں سکھ بھوگوں یا دکھ جھیلوں، چاہے میں گھر کے اجالے میں سانس لوں یا سنسان بیاباں کے اندھیارے میں، چاہے میں سورگ میں پہنچوں یا نرک میں، جب تک میرا پریتم میرے ساتھ ہے مجھے کسی بات کی بھی پروا نہیں ہے -

"لے جاؤ، لے جاؤ یہ اپنے کپڑے لتے، یہ اپنے گہنے پاتے بھی لے جاؤ، لے جاؤ انہیں، میرے یہ کس کام کے ؟ میرے روپ کا سنگار تو بس ایک ہے، صرف ایک ——میرا پریتم !

"اور یہ کہتے ہی تجھے چاہئے کہ اپنے بدن سے موتیوں کی مالا، جھومر، انگوٹھیاں——جو کچھ بھی پہن رکھا ہو، نوچ پھینکے۔ اور انہیں اپنی ماں کے پاؤں میں پٹک دے اور وہاں سے تیزی کے ساتھ جھپٹ کر چل دے۔

نادانیاں

”اگر اس نے ذرا بھی دھیان سے تمہاری باتوں کو سنا ہوگا تو اس کے دل میں ایک ابال اٹھے گا اور وہ یہی سوچے گا کہ آخر سوجھ بوجھ والی عورتیں بھی پریم کی بھڑکتی ہوئی آگ کے سامنے کچھ نہیں کر سکتیں' بالکل بے بس ہو جاتی ہیں ان سندر ناریوں کے دل میں جب کسی مرد کا دھیان جم جائے تو یہ نہ تو اپنی ماں کی طرف دیکھتی ہیں' نہ آس پاس والوں کو' نہ انہیں اپنی جنم بھومی کی چاہ رہتی ہے نہ گھر گھاٹ کی پروا بلکہ ان سب کے ساتھ یہ اپنے جیون کو بھی تنکے کے سمان جانتی ہیں۔

”جب گھمسان کارن پڑا تھا اور 'وجر' اس پتھر سے چوٹ کھا کر گرا تھا۔ جو بجلی کی طرح سن سے آسے آن لگا تھا تو اس کی پریتما نے بھی جان دے دی تھی۔ اس نے وہیں اپنا بلیدان دے دیا تھا اور اس کی راہ بھی

نہ دیکھی تھی کہ کب کوئی چتا کے آس پاس منتر پڑھتا ہے ۔

” پچھلے جنم کو چھوڑ کر 'منی کنٹھ' نے قسمت سے پھر پانچ تتّو کا چولا پہنا' اور اس کے مرتے ہی وہ بیسوا جو پریم کے بندھن میں اُس سے بندھی ہوئی تھی انہیں پانچ تتو سے جا ملی ۔

” جب بھاسکر ”وامن“ دیوتاؤں سے جا ملا تو جس رنگیلی' ھنس مکھ لڑکی سے اُسے پریم تھا اُس کی جدائی ایک پل بھی نہ سہہ سکی اور راجا کے روکنے پر بھی چتا میں کود پڑی ۔

” جب 'نر سنگھ کوی' اگنی کی گود میں گئے تو وہ رنڈی جو اُن کے ساتھ رھتی تھی اپنی باھیں پھیلائے ھوئے بڑھی اور نراشا کے جھٹ پٹے میں اپنے آپ کو اگنی کی لپیٹ میں دے دیا ۔

” دام دیو' کی پریتما انجانے دیس کی رھنے والی تھی ۔ 'دام دیو' نے اُسے چاھا تھا اسی لئے تو جب وہ یدھ میں کام آیا تو وہ اس کے چرن چھوڑتی ھی نہ تھی ۔

”جب 'بھٹ کدمبا' کا پتر 'یمراج' سے ملنے گیا تو

اس زمانے کی سب سے اونچی بیسوا 'رانا دیوی' نے بھی اپنے شریر کو اس کے ساتھ ھی ساتھ چتا کی گود میں ڈال دیا۔

"اسی نگر میں ایک رنڈی نے 'مصرا' کے بیٹے 'نیل کنٹھ' کو اپنا سارا دھن دے دیا جو اس کی عمر بھر کی کمائی تھی کیونکہ وہ اسے چاھتی تھی۔

"تو پھر یہ سندری کہاں گئی جس کے دل میں مری کامنا جاگ اٹھی ھے۔ وہ اپنی ماں کی باتوں سے پاگل ھو اٹھی تھی۔ اور اس نے جھلاتے ھوئے اپنے سارے ھیرے موتی نوچ پھینکے تھے اور پھر وہ اس جگہ سے اوجھل ھو گئی تھی۔ آج سے میرا سب دھن دولت اسی بھولی بھالی سندری کے چرنوں پر نچھاور ھے۔ اس مرگ نینی نے میری چاھت میں آکر اپنے ھیرے موتیوں کی رتی بھر پروا نہ کی' اپنی ماں کو چھوڑ کر چل دی اور داس داسیوں کا جھرمٹ دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ مجھے بھی اب کسی بات کی پروا نہیں' نہ گھر کی پروا ھے نہ گھر والی کی' نہ مات پتا کی پروا ھے' نہ اپنے چاکروں کا دھیان۔ اب سے صرف

'مالتی' ھی مجھے مایا کے آنند بھرے گھیرے میں راہ سجھائے گی۔

" بنانے والے نے اس کے انگ کو چاند کی کرنوں سی چمک دمک دی ہے' اس میں میری آتما سما جاتی ہے اور پھر میں اُسے اپنی باھوں میں تھام لیتاھوں اور اسی برھمہ میں گھل مل جاتا ھوں جو آنند کا مول ہے۔

" دھن بھاگ ھیں اُس کے جس کے گلے سے وہ لگی ھوئی ھو۔ کیونکہ اس کے دل میں چاھت کی تند اور تیز دھارا نے دن کا سارا اُجالا کر دیا ہے اور ھر ایک بندھن توڑ دیا ہے اور ھر روک ٹوک کو بہا دیا ہے'۔ اب اُس کے دل کی دھڑکن اس کے اپنے بس کی نہیں رھی ہے اور اب اُس کی چھاتیوں سے پردہ ڈھلک گیا ہے۔

" اُس کے ھونٹوں سے " ارے " " اوئی " " اُف " " ھائے " کے ساتھ گھلی ملی پیار کی دوسری آوازوں کو صرف اسی کے کان سن سکتے ھیں جس نے اپنے گنوں سے اپنے آپ کو اس اونچے آنند کے لائق بنا لیا ھو۔

" جب ہم دونوں پر دل کی گرمی کا کُہرا چھا جاتا ہے تو وہ جیون مرن کی دھارا کو پھولوں بھری ٹہنیوں کی چھایا میں چھپا لیتی ہے اور یوں اس کا دل دھڑکتا رہتا ہے۔

" پریتما کا بدن دھیرے دھیرے بے خبری میں کھو جاتا ہے لیکن ایک پل کے لئے جب اس سے الگ ہو جائیں تو اس کے ہونٹوں سے سکھ کے ٹھنڈے سانسوں کا ایک تانتا سا بندھ جاتا ہے۔ پریم کے ایسے بھاؤ تو بہت سی اور بیسوائیں بھی جانتی ہیں جن سے مردوں کو سکھ آنند ملتا ہے پر سیدھے سبھاؤ اور آنسوؤں سے پریم کا مزہ بڑھانا صرف وہی جانتی ہے، جب اس کے دل میں چاہت کی دھارا ساز سنگیت کے سمان پھوٹ نکلتی ہے تو پھر سکھ کی بینا سے رسیلے سر وہی نکال سکتی ہے۔ کبھی مدھم اور پنچم میں تیز تیز ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں سنائی دیتی ہیں۔ اور کبھی ایک ایسی تھر تھراہٹ اور کپکپی کی گونج بہتی آتی ہے جس میں دکھ سکھ دونوں گھلے ہوتے ہیں۔ جب کام دیو مالتی کے بھاؤ دیکھتا ہے اس کی حرکتیں، اس کی جمائیاں، اس کی مسکراہٹ اور کپکپی اور تھر تھراہٹ کو دیکھتا ہے تو اُسے اپنی پریتما 'رتی' کی سب باتیں بھول جاتی ہیں۔

''اس کی بات چیت گاؤں کی لڑکیوں کی سی نہیں ھے' اس کے ایک ایک پلک جھپکنے میں نفاست ھے اور وہ آنند کے سب سے پیارے اس ایک اکیلے پل کو اپنے جوش کی زیادتی سے جلد پورا نہیں ھونے دیتی - سونے چاندی کی طرف وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی - کیونکہ وہ ذرا سی بات کی اونچ نیچ کی سدھ رکھتی ھے اور دوسرے کے دل کی بات کو چٹکی بجانے میں جان لیتی ھے - جب بھی اس کا جی چاھے تو بات کی بات میں وہ اپنے اڑوس پڑوس والوں کی بھلائی برائی معلوم کر لیتی ھے -

''اپنے پریتم کے سوا اس کا دل اور کسی کی طرف جھکتا ھی نہیں ھے' جیسا بھی سماں ھو' اور جیسی بھی جگہ ھو وہ اپنی باتوں کو اسی ڈھب سے ڈھال لیتی ھے' یوں سمجھو کہ اس کا دل سوجھ بوجھ کی بستی ھے' اور جب وہ چلتی ھے اور بڑی اٹھلا اٹھلا کر چلتی ھے - کیونکہ اس کی نازک کمر' اس کے بڑے بڑے کولھوں کا بوجھ مشکل ھی سے سہ سکتی ھے - لال چوا بطخ کا پھیلاؤ' راج ھنس کا چمٹنا' نیولے کا گلے ملنا' کبوتروں کا آپس میں گتھ جانا———— پریم کی ریت اور چلن کے یہ سارے بھاؤ اس کی مٹھی

میں ہیں ۔ جس کسی نے اس کی باتوں کا ہیر پھیر دیکھا ہے، جس کے دل کو بھی اس کی اداؤں نے ایک بار موہ لیا ہے اس کے لئے اپنی بیوی بھی چاہے وہ کیسی من موہنی کیوں نہ ہو کپڑوں کے ایک بھاری گٹھڑ سے زیادہ کچھ بھی نہیں ۔

"پریتما کے سینے میں پریمی کی جو چاہت چھپی ہو وہ اسی سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہر وقت اسے جدائی کا ڈر لگا رہتا ہے، کبھی وہ کہتی ہے ذرا میرے بھیا سے خبردار رہنا، وہ خواہی نخواہی ناک بھوں چڑھاتے رہتے ہیں، کبھی وہ کہتی ہے کہیں تمہارے گھر والوں کو نہ خبر ہو جائے، کبھی وہ کہتی ہے تم تو اتنے اچھے ہو کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری قسمت کیسے جاگ اٹھی، کبھی کہتی ہے اماں کا ذرا دھیان رکھنا چاہئے، آج کل ایک بہت بڑے سیٹھ میرے لئے انہیں بہت لالچ دلا رہے ہیں، اور اگر کبھی اس کا پریتم کسی بیاہتا عورت کی چاہت میں پھنس جائے تو اپنے چاہنے والے کی خوشی کے لئے وہ اپنی سوتن کے گھر والے کو بھی اس کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتی ہے، اتنا کھلا دل ہوتا ہے ایسی پریتما کا ——"

چھیڑ چھاڑ

''لیکن اگر اس جوڑ توڑ کے باوجود تمہارا سورما ڈس سے مس نہ ہو تو پھر تمہاری ایک سکھی اس کے پاس جائے اور اس سے کہے کہ تمہیں کسی نے دن دھاڑے سر بازار لوٹ لیا' اور پھر اس طرح بات بڑھائے۔

''مہاراج ! جان پڑتا ہے کہ آپ کو گھر بار کے جھمیلوں سے پل بھر کی مہلت بھی نہیں ملتی یا آپ کسی بھلے گھر کی بہو کے دل کو جیتنے میں لگے ہوئے ہیں' نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ ایسے برے وقت میں میری سکھی کے پاس نہ پہنچتے جب آسے ہر طرف اندھیارا ہی اندھیارا دکھائی دے رہا تھا۔ جب سنسار کا گھیرا اس کی آنکھوں سے یوں اوجھل ہو گیا تھا جیسے برسات سے بوجھل کالی گھٹائیں چاروں اور چھا گئی ہوں ایسے سمے میں جب وہ ہر ایک سے نراش صرف تمہاری لگن دل میں لئے سیج پر لمبی پڑی

ہوئی تھی اور رہ رہ کر آشا سے گھبرائی ہوئی نظروں سے راستے کو تک رہی تھی تو اسکے کانوں میں کسی کے گانے کی آواز سنائی دی ۔

"پل میں پہنچ پیتم کے دوار
ہے جو تجھے جیوں سے پیار
پریم ہے دو دھاری تلوار
گہرا گھاؤ ہے' کاری وار
پل میں ہے یہ دل کا وار
پل میں سوجھے آر نہ پار
ہے جو تجھے جیون سے پیار
پل میں پہنچ پیتم کے دوار"

"اور یہ سن کر وہ مجھ سے کہنے لگی——ہے ری سکھی ! جن کا دل سخت ہوتا ہے بڑے مزے میں رہتی ہیں وہ' کیونکہ وہ تو جب تک جی چاہے پریتم کی جدائی سہہ سکتی ہیں ۔ پر مجھ سے یہ کیسے ہو ؟ میں تو ایک دن کے لئے بھی اس کی جدائی نہیں سہہ سکتی چاہے وہ اپنے سنگھی ساتھیوں کے ساتھ ہی کہیں دل بہلانے کے لئے جائے ۔ کام دیو میرے من کو اشانت بنا دیتے ہیں ۔ ہوا کے جھونکوں سے پھولوں بھری

ڈالیاں جھومتی ھیں اور میرے دل پر اداسی چھا جاتی ھے اور مور کے رنگ برنگے من موھنے پروں کو دیکھ کر تو میں بالکل ھلکان ھو جاتی ھوں - آکاش پر چھائے ھوئے بجلی کی سنہری تلواروں سے کٹتے ھوئے کالے بادلوں کو ٹھنڈے دل سے کچھ وھی دیکھ سکتی ھے جو بڑے مزے سے اپنے پریتم کے سینے سے چمٹی ھوئی ھو - جس طرح سونے چاندی میں منڈھا ھوا ھیرا آنکھوں کو زیادہ اچھا لگتا ھے اسی طرح عورت بھی اپنے پریتم کی باھوں کے گھیرے ھی میں زیادہ بھلی دکھائی دیتی ھے - سکھی ! مجھے اپنے سارے گہنے پاتوں سے سج لینے دو کیوں کہ مدن دیوتا نے میرے دل کو اپنے بس میں کر لیا ھے اور چاھت کے رستے پر وہ مجھے آگے ھی بڑھنے کو کہے جا رھا ھے -

”یہ سن کر اس کی ماں اسے روکتے ھوئے کہنے لگی - بنو ! تمہیں تو چاہ کے دھندلکے میں کچھ دکھائی نہیں دے رھا ھے - ذرا سوچو تو سہی رات کتنی اندھیری ھے اور ھر طرف کالے کالے بادل چھائے ھوئے ھیں ایسے میں تم گھر سے باھر نکلو گی ! ذرا بھی ڈر نہیں آتا

تمہیں ؟ تم تو کسی پرانی پریم کہانی کی سندری کے سمان ہو، تمہیں تو دنیا بھر میں کسی کی پروا ہی نہیں، تم تو جان سے ہاتھ دھو کر ایک ایسے آدمی کے پیچھے پڑی ہو جس کی دو رنگی ہر کوئی جان چکا ہے ۔ اس کے دل میں تو صرف اپنی گھر والی کی ہی چاہت ہے ۔ یا کم سے کم وہ کسی ایسی جگہ پھنسا ہوا ہے جس کا ہمیں پتہ نہیں ۔

''ذرا سوچو تو، تلک تمہارے ماتھے سے گھل کر بہہ چکا ہوگا ماتھے سے بہتے ہوئے پانی کی دھاروں نے تمہارے بالوں کا سارا سنگھار بگاڑ دیا ہوگا ۔ اور تمہاری لٹیں ادھر ادھر بکھر گئی ہوں گی ۔ بلکہ پانی تمہارے کپڑوں سے رس رس کر اندر تک پہنچ گیا ہوگا اور تمہارا سارا بدن پانی میں شرابور ہو رہا ہوگا اور جو لباس تم پریم کے کھیل میں مزے کے لئے پہنوگی وہ بھیگ چکا ہوگا ۔ ٹھنڈے پانی اور ہوا کی سردی سے تمہارا روم روم کانپ رہا ہوگا ۔ اندھیارے میں رستے کی اونچ نیچ کا تمہیں پتہ نہ چل سکے گا ۔ کہیں تم لڑکھڑاؤ گی کہیں ٹھوکر کھاؤگی اور یوں گرتی پڑتی بار بار اپنی سکھی سے پوچھو گی ــــــــــــ

''ابھی کتنی دور ہے؟———ابھی اور کتنی دور ہے؟———سکھی اب کتنی دور ہے؟———اور جب ہزار مصیبتوں کے بعد تم اس کے دروازے پر پہنچو گی تو اس کے نوکر چاکر انجان بن کر تم سے پوچھیں گے ''کون ہو جی؟———کس سے ملنا ہے؟———کیا کام ہے تمہیں؟'' اور جس وقت تم پر یہ سب کچھ بیت رہی ہوگی تو تمہارا پریتم دوسری عورتوں کے ساتھ بیٹھا یوں سوچ رہا ہوگا۔

''کیا سچ مچ اس کے دل میں چاھت اتنا گھر کر چکی ہے یا صرف روپے پیسے اور ہیرے موتی کی پیاس اُسے یہاں تک لے آئی ہے؟ کہیں یہ تو نہیں کہ جا کہیں اور جگہ رہی تھی اور رستے میں ہوا اور برسات نے گھیر لیا تو اب ہانپتی کانپتی یہاں آن دھمکی ہے؟ لیکن کچھ بھی ہو مجھے اس سے کیا کام' میرے ساتھ تو میری گھروالی بیٹھی ہے''۔ یاد رکھو میری بنو! اور کسی جگہ وہ تم سے کیسی ہی باتیں کیوں نہ کرے اپنے گھر پر وہ تم سے یہی سلوک کرے گا۔ بلکہ کسی سے کہلوا دیگا کہ اب یہاں سے ٹھنڈے ٹھنڈے سدھارئیے۔

"اور پھر لوٹتے میں جو کوئی بھی اُسے ملتا ہے ہنسی اُڑاتا ہے بھیگے ہوئے کپڑے، روپ جوانی کے گھمنڈ کا نشہ اُترا ہوا۔ گھبراہٹ اور الجھن میں سر جھکائے ہوئے کسی کو بھی اُس کا کوئی خیال نہیں آتا۔ اور ہر ہر قدم پر پچھتاوا اُسے کاٹے کھاتا ہے اور کانٹوں اور کنکروں سے اُس کے پاؤں گھائل ہوئے جاتے ہیں۔

"لیکن سندر مالتی نے اپنی ماں کی ایک نہ سنی اور تم سے ملنے کے لئے چل کھڑی ہوئی۔ اور جب وہ یوں رات کے اندھیرے میں بالکل اکیلی چلی آ رہی تھی تو رستے میں اُسے ڈکیتوں نے لوٹ لیا۔ جو کچھ اسکے پاس تھا سب کچھ لے لیا ایک چیز بھی نہ چھوڑی کمبخت چوکیدار بھی ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ اور وہ بچاری برباد ہو گئی"۔

"لیکن اگر یہ چال بھی بیکار جائے تو اس بات کا بھی انتظار کرنا چاہئے کہ جب تمہارا چاہنے والا تمہارے پاس بیٹھا ہو تو وہاں کوئی بیوپاری آئے اور اس کے سامنے ہی کہے کہ

"بائی جی، کئی دن ہوئے آپ کی ایک داسی میرے

پاس آئی تھی ۔ اور موتیوں کا ایک گلوبند گرو رکھ گئی تھی ۔ کچھ دن ہوئے وہ پھر آئی اور مجھ سے کہنے لگی کہ بائی جی ایک جاتری کی خاطر تواضع کے لئے اسی گلوبند پر کچھ اور منگوا رہی ہیں ۔ میرے کھاتے میں آپ کا سارا حساب لکھا ہوا ہے ۔ کافور، کیسر، صندل، اگر، ہر چیز کا رتی رتی ماشے ماشے کا حساب لکھا ہوا ہے اگر کہئے تو میں ابھی سارا حساب سنا دوں ۔ بائی جی بہت دنوں سے آپ نے اپنا حساب نہیں چکایا ۔ اور بات یہ ہے کہ مجھے بھی آج کل کچھ ٹوٹا پڑ گیا ہے اور دکان میں روپے پیسے کی سخت ضرورت ہے ۔ اسی وجہ سے میں نے یہاں آکر آپ کو تکلیف دی ہے ۔

''یہ سن کر تمہیں چاہئے کہ شرم سے آنکھیں جھکا لو اور کچھ گھبراھٹ میں اور کچھ ایسے جیسے کوئی بات نہیں اس سے یوں کہو——سیٹھ جی جوھری جو بھی مول لگائے اسی کے حساب سے وہ گلوبند اب اپنا سمجھئے ۔ رھی بات دوسرے ادھار کی، تو آپ دھیرج رکھئے میں دو ھی چار دن میں آپ کا پائی پائی کا حساب چکا دوں گی ۔

''اور اگر یوں ہو کہ یہ مکڑی کا تانا بانا بھی اُسے نہ پھنسا سکے تو پھر تم آپ اُس سے کہو——پیارے عورت ذات کو بھی جیون میں کیسی کیسی الجھنوں سے سامنا رہتا ہے ۔ ابھی چند ہی روز کی بات ہے جب دو ایک دن کے لئے تمہارا جی اچھا نہ تھا تو میں نے مندر میں جا کر گوری دیوی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کی کہ اے دیوی ! میرے پیارے کو اچھا کر دے تیری دیا سے یہ کچھ دور نہیں ۔ اگر تو میرے پریتم کو جلدی سے اچھا کر دے گی تو میں تیرے دوار پر بلی دوں گی اور میری یہ پرارتھنا دیوی نے مان لی اور تم بالکل اچھے ہو گئے' پر اب کیا کروں میرے پاس تو کچھ ہئی نہیں ۔ بڑی الجھن کا سامنا ہے ۔

''اور اے مست چال والی سندری ! اگر یہ تیر بھی نشانے پر نہ بیٹھے تو پھر تجھے چاہئے کو تو اپنا گھر خالی کر دے اور اُسے آگ لگا دے اور ڈونڈی پٹوا دے کہ ہائے لوگو میں تو بالکل ہی لٹ گئی ۔

شکراب

جب تجھے اس بات کا یقین ہو جاے کہ وہ تجھے چاہتا ہے' اس کے دل میں تیری جگہ ہے۔ وہ تیرے ساتھ کھاتا پیتا ہے۔ تیرے ساتھ سوتا ہے' بلکہ تیرے ہی ساتھ رہتا سہتا ہے تو پھر تجھے اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ اس کے دل کی یہ گرمی کبھی ٹھنڈی نہ پڑنے پائے' لیکن منوہر انگ والی سندری: جونہی تجھے یہ معلوم ہو کہ اب اس کے پاس دھن دولت کچھ بھی نہیں رہی یا اب وہ تجھ پر جان نہیں چھڑکتا' یا اب تجھے میلوں ٹھیلوں میں نہیں لے جاتا اس کے ساتھی سنگیوں سے تو یہ بات جان لے کہ وہ اب تیرے بجائے دوسروں کے بس میں ہے تو پھر تجھے چاہئے کہ بڑی بیدری سے اس پر ظاہر کر دے کہ صاحب اب کوئی آمید نہ رکھئے ہم سے' اور ایسے بیکار نکمے جھنجٹ سے پنڈ چھڑانے کیلئے جو باتیں کام آ سکتی ہیں وہ اب میں تجھے بتاتی ہوں۔

”پہلی بات تو یہی ھے کہ جہاں تک ھوسکے تو اُسے اپنے ساتھ نہ بیٹھنے دیجو ۔ جب کبھی وہ تیرے یہاں آئے تو اُسے دیکھ کر نہ تو اپنی جگہ سے ھلیو‘ نہ اپنے آپ سے پرنام کیجو ۔ بات چیت میں جب کبھی وہ کچھ کہے تو کبھی تو بے تمیزی اور ڈھٹائی سے اور کبھی ایسے جیسے تیرے جی میں کوئی دشمنی ھے کچھ نہ کچھ ضرور کہیو‘ اور ایک بات کا ھر دفعہ خیال رکھیو کہ چاھے وہ کچھ ھی کیوں نہ کہے ھر بات پر اس کی ھنسی اڑانے کی کوشش کیجو ۔ خاص طور پر وہ باتیں جو اس کے جی لگتی ھوں یا اُسے کھجاتی ھوں اُن پر تو آس پاس والوں کی طرف دیکھ کر زور سے ٹھٹھا لگائیو ۔ جو بات اُسے نہ بھاتی ھو اُسے ضرور سراھیو ۔ کبھی تو اس کے سامنے اور کبھی کسی اور کے سامنے اکثر اس سے یہی کہتی رھیو کہ ایک اور نوجوان کے پریم نے میرے دل میں بری طرح جگہ بنا لی ھے اور اس کے پاس دھن دولت بھی بہت ھے اور جب کبھی وہ تیری کسی بات کو سراھے تو یہ کہہ کر اُسے چپ کرا دیجو کہ رھنے دیجئے آپ کو اب بہت باتیں بنانی آ گئی ھیں ۔ کبھی وہ کوئی

بات کرے تو ادھ بیچ میں ٹوک دیجو ۔ اس کے ذرا ذرا سے بھاؤ پہ ناک بھوں چڑھا لیجو ۔ جب کبھی وہ تیرے ھاں آئے تو کسی نہ کسی کام یا کسی سے ملنے کا بہانہ کر کے گھر سے چلی جائیو ۔ جتنا بھی سمے اس کا اکارت کر سکتی ہو کئے جائیو' سیج پر اس کی طرف پیٹھ کر کے پڑی رهیو' اور جلد سے جلد نیند کا بہانہ کر کے آنکھیں موند لیجو ۔ کبھی جمائی لے کر کہیو کہ آج تو بہت تھک گئے بھگوان ! ۔ جب کبھی اس کی نظر تجھ پر پڑے' تیرے ماتھے پر تیوری ضرور دکھائی دے ۔ جب وہ تجھے ھاتھ لگائے تو اسکا ھاتھ جھٹک دینا ۔ اور جب کبھی وہ تنگ آ کر جھلا اٹھے اور تجھ سے کچھ پوچھے تو چپ چاپ بڑے مزے سے اس کی باتیں سنا کرنا ۔ جب وہ تجھے پیار کرنا چاھے تو تیزی سے سر دوسری طرف لیوڑھا لینا ۔ جب وہ تجھے سینے سے لگانا چاھے تو سمٹ سمٹا کر تو الگ ھونے کی کوشش کرنا ۔ موقعے کے سمے اگر اس کا ناخن لگ جائے تو کہیو "یہ کیا کرتے ھو جی ؟" اور پھول کی پتی پر دانت کے چھوتے ھی بولیو "رهنے بھی دو جی" اور ذرا بھی دیر لگے تو کہیو "کیا مصیبت ھے !"

اور اس سارے سمے تیری ہر بات سے ایسا معلوم ہو
کہ یہ کیسا خواہ مخواہ کا جھنجھٹ گلے پڑ گیا ہے ۔
وہ کامنا بھری آنکھوں سے تیری طرف دیکھے اور آگے
بڑھے تو جھٹ سے کہدیجو، ''اجی اب سو بھی جاؤ''
اور جب تو دیکھے کہ اب اس کا بل جواب دے چکا ہے
تو کبھی پوچھیو ''کیوں جی، سو گئے ؟'' کبھی کہیو،
''رات کتنی اچھی ہے !'' کبھی کوئی پریم کا گیت
گنگنائیو ۔ آئے موئے سجنا، پھر گئے انگنا، میں بیرن رھی
سوئے ۔ چھیڑ چھاڑ اور کام دیو کی پوجا کے سمے اگر
ایک پل کو بھی وہ چوکڑی بھول جائے تو جھٹ اس کی
ھنسی اڑا دیجو، کبھی کہیو ''تھوتھا چنا باجے گھنا''
کبھی کہیو ''بڑوں بڑوں سے سنا تھا، سچ ہے دور کے
ڈھول سہانے ھوتے ھیں'' پل پل یہی ظاھر کیجو کہ
یہ بیرن رات تو ختم ھونے ھی میں نہیں آتی، اور بار بار
اس سے پوچھتی رھیو ''کے پہر ھو گئے؟'' اور بھور
بھئے اوشا کی پہلی کرن کے ساتھ ھی تیزی سے اُچھل
کر سیج سے اُٹھ بیٹھیو اور جلدی سے گپت بھون سے یہ
کہتے ھوئے باھر چل دیجو ''بھگوان تیری دیا ہے آخر
دن نکل ھی آیا ۔ ایک رات اور ٹلی، بھگوان تو بڑا
دیالو ہے''

صرف اس چاہ میں شانتی ھے جو بلوان ھو ۔ جس میں شکتی ھو، جو گمبھیر ھو، جو صاف ستھری ھو، جس میں دو آتمائیں ایک دوسری میں گھل مل جائیں ۔ ایسی چاہ مانو کنچن اور ھیرے کا میل ھے لیکن وہ پریم جو نرا ایک ھی طرف سے ھو اور جس کا دوسرے کو دھیان بھی نہ آئے لاج کا کارن ھے ۔ نربلتا کا کارن ھے، دکھ اور اداسی کا کارن ھے، بربادی کا کارن ھے جیسے کہ دس سروں والے راون کا پریم سیتا کیلئے تھا ۔

جب چاھنے والے کے دل میں چاھت کی گرمی ٹھنڈی پڑ جائے تو وھی نگاھیں جو پہلے دل کو لبھاتی تھیں بیکار ھو جاتی ھیں ۔ جب کوئی عورت اپنے من میں یہ دھارن کر لے کہ جو بھی اس کے جی میں آئے کرنے دو، مجھے کیا، میں تو اپنے لئے دئیے رھوں گی، اور پھر بھی چاھنے والا اس کے پیچھے پڑا رھے تو جانو کہ وہ آدمی نہیں نرا ڈھور ڈنگر ھے ۔

جب دل کی دھڑکن سنگت نہ کرے اور انگ انگ بے جانے بوجھے بے سوچے سمجھے ھار مان جائیں اور چاہ کا رنگ ان میں نہ ابھرے اور رس بھاؤ سویا رھے

تو وہ کام کیول پشو کا کام ھے پشو ھی کو اس میں مزا آ سکتا ھے، اگر مرد میں ذرا سی بھی سوجھ بوجھ ھے، اُسے اپنے آپ کا مان ھے تو یہ دیکھتے ھی کہ اب وہ نہیں چاھتی خود ھی اُس سے انگ ھو لے گا کہ دن پر دن اس کا جی پلٹتا ھی جاتا ھے۔

اگر کوئی کسی سندری کو اس بات کا موقعہ دے کہ وہ اپنی سکھی کو آنکھ کا اشارہ کر کے ھاتھ پر ھاتھ مارتی ھے اور اس کی ھنسی اُڑاتی ھے تو ایسے مرد کے لئے تو یہی اچھا ھے کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اُس میں سما جائے۔

اگر کوئی مرد کسی سندری کو اس بات کا موقعہ دے کہ وہ کسی نہ کسی بہانے اس پر یہ ظاھر کر دے کہ وہ اُسے نہیں بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر کسی اور کو چاھتی ھے تو ایسا مرد تو موت کے جوئے کے نیچے بھی ٹس سے مس نہ کرے گا۔

اگر کوئی مرد اپنی پریتما کو اس بات کا موقعہ دے کہ اس کی نفرت کو دیکھ کر اس کے نوکر چاکر بھی اسکا مذاق اڑائیں تو ایسا مرد تو راکھ سے بھی نکما ھے۔

"جو کوئی مرد کسی سندری کے چلن میں سچ جھوٹ کو بھی نہ پرکھ سکے تو ایسے کے ماتھے پر تو پشو پتی کی طرح اردھ چندر چپکا دینا چاہئے ۔ ایسا مرد کہ دھیرے دھیرے جس کی عزت خاک میں مل جائے یہاں تک کہ اس کے خالی بٹوے تک سے نفرت ہونے لگے ۔ ایسا مرد تو ایسا ہے جیسے عورت کی نفرت کے طوفان میں کوئی ٹوٹی ہوئی ناؤ تھپیڑے کھا رہی ہو ۔

عورتیں مردوں کو اکسانے اور جھڑکانے کے لئے، جو جھوٹ سچ لگاتی ہیں اس کا اعتبار صرف بیوقوفوں ہی کو آ سکتا ہے اور اے سب سے انوکھی سندری ! بھلے لوگ تو عورت سے سدا کا سنجوگ چاہتے ہیں ۔ لیکن عورت کیا چاہتی ہے ؟ وہ چاہتی ہے دھن دولت، روپیہ، پیسہ، ہیرے موتی، سونا چاندی اور اس کی کھوج میں وہ کہیں بھی نہیں رکتی ۔ آج، کل اور پرسوں ہر وقت اُسے اپنے کام سے کام رہتا ہے ۔

۵ عورت صرف دو قسم کے مردوں کے ساتھ سونا پسند کرتی ہے ایک تو وہ مرد جن کی دولت ان کی آنکھوں میں جھلکتی ہے ۔ اور دوسرے وہ مرد جن کی پدوی کا ڈنکا سماج میں بجتا ہو ۔ آج تک جن لوگوں نے بھی

کام اور پریم کے بارے میں کتابیں لکھی ھیں اس ایک بات کے بارے میں وہ سب ایک ھی بات کہتے ھیں ۔ 'منی ویاس' نے بھی مرد کی ان دونوں قسموں کا بیان لکھا ھے ۔ اور یہ دونوں قسم کے مرد دھرتی پر نیچ سے نیچ قسم کے مرد ھیں اور اس کے باوجود اگر کوئی مرد پریم کلا پر بہت زیادہ دھیان دے تو یہ اس میں کوئی گن کی بات نہیں ھے ۔ وہ مرد جس کے دل پر پریم کا کاری بان پڑا ھو اس کے لئے پریم ایسے ھے جیسے پھولوں سے لدی پھندی کوئی ڈالی ھو' یا جیسے کسی کنگلے نردھن کو بہت سی دولت مل گئی ھو ۔ سنجوگ کی کامنا تو آس لابھ کے کارن جنم لیتی ھے جس کی آس ھمیں دوسرے سے ھوتی ھے اور اس سے بھی ھم یہی چاھتے ھیں کہ وہ بھی وھی بات چاھے جس کی چاہ ھمارے دل میں ھے ۔

لیکن جو کوئی دھرم کے کام کو پورا نہیں کرتا اور دھرم ھی سب سے بڑا گن ھے اور جو کوئی ارتھ پر جیت پانے کی کوشش نہیں کرتا اور ارتھ ھی سب سے بڑا دھن ھے اور جو کوئی کام کی دولت اکٹھی نہیں کرتا جس سے پریم کا آنند ملتا ھے تو پھر اس سنسار میں

جہاں ہر کوئی اچھی سے اچھی بات کے کھوج میں لگا ہوا ہے اس کا جیون کسی کام کا نہیں ۔

وہ کامنا سے بیچین نوجوان جس کی ہر کوئی ہنسی اڑائے اگر کہیں نردھن بھی ہو جائے تو اس کا انت بربادی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے ؟

ہوا کی لہروں پر اڑنے والی بیسوا مدھ مکھی تپتے ہوئے کنول پھول پر بھی جا بیٹھتی ہے اور چوس لیتی ہے اور رس کے کومل پیالے کو توڑ دیتی ہے ۔ پر دھرتی پر چلنے پھرنے والی بیسوا کا رنگ ڈھنگ کچھ اور ہوتا ہے ۔ وہ مرد جسے عورت کی ایک نظر کہیں کا نہ رکھے کسی رنڈی کو کیسے دھوکا دے سکتا ہے ۔ کیونکہ رنڈی تو سدا موقع کی تاک میں رہتی ہے اور کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے بھی ہر بات کو اس طرح جان لیتی ہے جیسے ہر بات اس کے بالکل سامنے ہو رہی ہو ۔

بیسوا کا جیون ناٹک کا تماشہ ہے اور تماشے کے چار روپ ہیں—— پہلے چاہنا، پھر کامنا کی پیاس مٹانا، پھر اپنا اور بڑھانا اور پھر اونچے مرتبہ پر بیٹھ کر جیون بتانا ۔ اور ان میں سے ہر روپ کے دو مطلب ہوتے ہیں

ایک یہ کہ دھن والوں کو اپنی طرف کھینچنا اور دوسرے کنگالوں کو دور دور رکھنا ۔

یہ گھر جس میں ہم تم بیٹھے ہیں صرف دھن والوں ہی کے لئے راج محل ہے، نردھن اور کنگال کے لئے تو نرا جنگل ہے—— سنسان بیابان ۔

اور سب سے آخر میں سانپ کی پھنکار کی باری آتی ہے ہر داؤ پیچ اور پینترے کے بعد پھنکار کی طرح اس کے کانوں میں یہ آواز پہنچنی چاہئے ۔ ''یہاں کوئی کامنا کا سدا برت لگا ہے؟ مالتی کو کیا کوئی مفت کا مال سمجھ رکھا ہے، ٹکڑ گدا کہیں کا!''

جب تیری شہ پاکر نوکر چاکر اس طرح کی باتیں کریں گے اور اس کے دو کوڑی کے جیون سے گھن کھاتے دکھائی دیں گے تو ضرور اس کا بہت برا اثر اس پر ہوگا ۔ لیکن جب اتنی درگت پر بھی اس کے کان پر جوں تک نہ رینگے اور وہ نرا گنوار کا گنوار ہی رہے تو پھر میری سندری! تیرے لئے ایک ہی ڈھب رہ جاتا ہے کہ اس سے سیدھے سبھاؤ سے یہ کہہ دے کہ ''دیکھو جی، مجھے تم سے ملنے ہی میں سکھ ملتا ہے، پر کیا کروں میرا گزارہ جن لوگوں پر

ہے وہ ذرا بہت ھی اونچی پدوی کے ھیں اور وہ یہ چاھتے ھیں کہ میں ھر بات میں ماں کے کہنے پر چلوں۔ اس لئے چند دنوں کے لئے تمہارا یہاں آنا جانا ٹھیک نہیں' اور کچھ دنوں بعد ھم تم پھر اسی طرح ملا جلا کریں گے اور پہلے ھی کی طرح مزے کا جیون بتائیں گے"۔

دلداریاں

ایک بار جب تم اس سے پیچھا چھڑا لو گی تو بس راستہ بالکل صاف اور سیدھا دکھائی دے گا۔ اس کے بعد تمہیں چاھئے کہ کسی اور نوجوان سے اٹ سٹ ملا لو۔ ھو سکتا ھے کہ اس نئے پریمی کو پہلے تم دھتکار چکی ہو، پھر یہ بھی تو ھو سکتا ھے کہ اس دوران میں اُس نے بہت سا دھن دولت اکٹھا کر لیا ھو اور اس نئے کھیل کا ڈھب یہ ھے :—

تمہیں چاھیے کہ تم اُسے اُن دنوں کی یاد دلاؤ جو تم نے کسی زمانے میں مل کر گزارے تھے تم اُس سے کہو ''ھائے! وہ دن کیسے اچھے تھے، ایک ایک پل من موھن تھا۔ ایک ایک پل سہانا تھا اور پھر کیسی ھنسی دل لگی ھوتی تھی اور پھر کیسی پیار کی باتیں ھوتی تھیں۔ ھم تم دونوں ھاتھ میں ھاتھ دئے ٹہلتے تھے'' - پھر تم یوں کرو کہ اُسے اپنی سکھیوں کے سامنے

وہ قسمیں یاد دلاؤ جو تم دونوں نے ایک دوسرے سے کھائی تھیں اور پھلواری میں کیسے قول قرار ہوئے تھے اور پھر وھاں پھولوں کی چھایا میں کیسے کیسے مزے آئے تھے اور پھر تم اُس سے کہو کہ رنگ رس کی اس پھلواری میں اب بھی بسنت کا سماں ھے کیونکہ ایک دن وھاں کی ھوا میں میرے من کے راجا نے سانس لیا تھا اور میں بھی اُس سمے اُس کے ساتھ تھی - پھر تم کہو، ھے سکھی وہ سمان اب بھی آنکھوں میں پھر رھا ھے ' دیکھو یہاں ' اس جگہ میرے راجا نے میرے گلے میں اپنی باھیں ڈال دی تھیں اور بھنوروں کے ایک جھرمٹ نے پھول کے دھوکے میں مجھ پر دھاوا بول دیا تھا اور میں ڈر سے گھبرا کر اپنے راجا سے چمٹ گئی تھی - اور میرے من میں سکھ کا سوتا پھوٹ نکلا تھا ' اور دیکھو ' یہ وہ پھولوں سے لدا پھندا کونا ھے جہاں بھنوروں کی گنجار کا سنگیت اُبل رھا تھا اور دور کہیں رہ رہ کر کوئل کوک رھی تھی - ھر طرف پھول ھی پھول بکھرے پڑے تھے اور ڈالیاں پھول پات کے بوجھ سے جھکی جھکی جاتی تھیں ' اس جگہ پہنچ کر میرے راجا کے من میں بھی پریم نے کروٹ

لی تھی اور اس نے تیزی سے مجھے اپنے سینے سے بھینچ لیا تھا ۔ پر کامنا ابھی پیاسی ھی رھی تھی ۔ یہ جان کر کہ مجھ پر پریم کا جادو چل چکا ھے میرے راجا نے یہاں ٹہنیوں کی محرابوں کے نیچے مجھے بٹھا دیا تھا اور میرے کولھوں میں اپنے کانپتے ھوئے ناخن چبھو دئیے تھے ۔ اشوک کے اس پیڑ کے دھن بھاگ کہ جسے میرے پریتم نے چھوا تھا اور پھر اس کے پتوں اور کلیوں اور ادھ کھلے پھولوں سے میرے لئے ایک مکٹ بنایا تھا ۔ میں اس کے سینے پر سر رکھے پڑی تھی اور آس پاس ھنستے کھیلتے لوگوں کو بے دھیانی میں تک رھی تھی کہ اتنے میں ایک آواز آئی :—

" اپنے چرنوں پر گرے ھوئے متوالے کو دھیرے سے اُٹھاؤ ' ایسے کڈھب طریقے سے تو تم میں سکت ھی نہ رھے گی ' اُسے دھیرے سے اٹھاؤ بہت زیادہ کھینچنے سے تو پریم کا بندھن کھل جاتا ھے ' ذرا دھیرے سے ۔

" پھر میں نے اُسے دھیرے سے اٹھایا لیکن وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا ' بھلا تم ھی کہو ایسے کٹھور پریتم کو کون پلٹ کر بلاتا ؟ اس کے ھونٹ تو ایسے تھے جو یہ کہتے ھوئے بھی نہ کانپیں کہ میں تمہیں چھوڑے جاتا ھوں ۔

" روپ جوانی جیون کا دھن ہے اور بسنت ساری رتوں کی دولت ' پر میرے پیارے ' میرے من موھن سب سے بڑا دھن یہی ہے کہ کوئی پریم اور کامنا کے مزے اٹھا کر امرت کے دو گھونٹ پی لے اور امر ھو جائے ۔ "

" پتیوں کا یہ گچھا بڑا سہانا ہے ' مرے پیارے اشوک کے پھولوں کا مکٹ میرے ماتھے پر باندھ دو ' نہیں نہیں ' رھنے دو ' رھنے دو' اسے میں کیا کروں گی' میرے من کو تو پھولوں کی تازہ مہک موھے لیتی ہے' ان پھولوں کا کھلا کھلایا سینہ کتنا گد گدا ہے' مجھے تو تم سندو دارا کے پھول لا دو ' یہ آموں کے مور کا مرجھایا ھوا گچھا میرے کانوں کے لئے رہ گیا تھا کیا ؟ پریم سے کوری جوانی کس کام کی ' جوانی سے کورا پریم کس کام کا ' اور کامنا سے کورے رو کھے سو کھے پریم اور جوانی دونوں کس کام کے ۔ اور پھر وہ اپنے پھولوں کو کام کلا کی کرنوں میں بکھیرتی ہے ۔

"جیون کے سو سالوں میں سب سے اچھی چیز جو ھمیں ملتی ہے وہ ہے ھمارا شریر ' کیونکہ یہی ھمارے

پہلے آمنے سامنے کا ٹھکانا ہے ' اس ٹھکانے پر سندری اپنے چنچل من کو آگے بڑھاتی ہے اور اسی ٹھکانے پر پریمی بڑی چاہ کے ساتھ اسے آگے بڑھتے دیکھتا ہے۔

" کیا بنانے والے نے تمہیں ایک دوسرے نل کے روپ میں ڈھالا ہے ؟ کیا بسنت رت کی ساری آن بان تم ھی میں رچی ہوئی ہے ؟ کیا منش جاتی میں پھولوں سے سجا سجایا تیر لئے ہوئے تم کوئی مدن دیوتا ہو ؟

" خوشیوں سے دور ' دکھوں سے بھر پور ' قسمت کے مارے ' جیون کے ہارے ' ایسی ھی تمہاری حالت ہو جائے گی اگر تم نے اپنی آنکھیں نہ کھولیں ' اگر تم نے آنکھیں کھول کر اس جادو کو نہ دیکھا جو پتوں بھری بسنت رت نے دھرتی کی رگ رگ پر کر دیا ہے ' اگر تم نے بھنوروں کے گیت میں پنچھی کے گھلے ملے بلاوے کو نہ سنا ' اگر تم نے دل میں چبھ کر چیرتی جاتی پھولوں کی سگندھ کا ساتھ نہ دیا ' اگر تم نے دکھن کی اور سے آتے ' ہوا کے تازہ تازہ جھونکوں کے چموں کا مزہ نہ اٹھایا' اگر تم ایک گمبھیر سنجوگ میں ناری سے گھل مل کر ایک نہ ہو گئے ' اگر سدھ بدھ کے پانچ

رنگ تمہارے دل میں نہ لہرائے تو ایسی ھی حالت ھو جائے گی تمہاری ۔

" میرا پریتم مجھے ' اس جھیل میں لے آیا اور اب وہ پانی سے کھیل رھا ھے ' میں اب تک مردوں کے جال سے ایک چنچل مچھلی کی طرح بچتی رھی تھی لیکن آخر پکڑی گئی ' کنول کی ایک چھڑی سے میں اپنے پیتم کو مارنے جارھی ھوں ۔

" وہ پھر سے ڈبکی لگا کر تیرتے ھوئے پانی کو چیر کر اس کے دو پردوں کے بیچوں بیچ میری طرف بڑھنے لگا ' پر مجھے تو اس بات کا دھیان ھی نہ تھا ' ھنستے ھنستے اس نے مجھے اٹھا لیا اور آس پاس جو بھی ھمیں دیکھنے لگے وہ بھی ھنسنے لگے ۔ بھیگے ھوئے کپڑوں میں اس نے تو مجھے دیکھ ھی لیا ۔ اور کامنا اس کے من میں جاگ پڑی ۔

" دو جوان دلوں میں رس بھاؤ دھیرے دھیرے بڑھتا ھے پر سمے اور ستھان کے سہانے سنگم کے بل پر ' مزے اور مزے کے دھیان کے بل پر اور شریر کے آسن کے بل پر دھیرے دھیرے بڑھتا ھی جاتا ھے ۔

”اری میری سکھیو' اس کی اچانک گبھراھٹ مجھے کبھی نہ بھولے گی' اس نے جلدی سے اپنے سارے بدن کو میرے سپرد کر دیا' اور آنند کے اس ایک پل میں اسے کسی چیز کا دھیان ھی نہ رھا اور وہ مجھ سے بات ھار گیا' اور پھر کچھ دیر بعد وہ ذرا جھجکتے ھوئے ذرا رکتے رکتے مسکرانے لگا' اس کی نظریں میری دونوں چھاتیوں کے درمیان جا کر گڑ گئیں' جہاں اس کے ناخنوں کے تازہ تازہ نشان لگے ھوئے تھے اور میں بھی اپنے آپ میں نہ رھی اور میں نے کنول کی پتیوں سے اپنے سینے کو چھپا لیا۔

”تم نے تھتھپاتے تھتھپاتے' اچھالے دے دے کر پانی مجھ پر پھینکا کیونکہ میرے بدن پر لباس کی جگہ صرف کنول کا ایک پھول تھا' بیجوں سے بھرا ھوا بڑا بڑا سا بوجھل پھول' اور اس وقت میرے گلے سے جو چیخیں نکلیں وہ کبھی اس عورت کے گلے سے نہیں نکلا کرتیں جو اترے ھوئے لباس میں دکھائی دے رھی ھو۔

”اگر میں تمہیں یاد دلاتی ھوں کہ ھم دونوں جدا ھونے پر بھی ایک دوسرے سے لپٹے ھوئے تھے' اگر

میں تمہیں پیار بھری تھکن سے چور انگ انگ کے کھنچتے ہوئے جدا ہونے کی بات یاد دلاتی ہوں اور اپنے بھیدوں کے کھلنے کی یاد دلاتی ہوں، وہ انگلیوں کا سہلانا اور گد گدانا، اور وہ ہماری سہانی، من بھاتی مسکراہٹیں، میری کمر سے وہ ادھ کھلا پھسلتا ہوا پٹکا، اور میرے سر سے ڈھلکتے ہوئے بالوں کا وہ ڈھیر، اور میرے ہونٹ جنہیں تم نے دانتوں سے یوں، یوں بھینچ رکھا تھا، اور وہ بچارا ننھا بالک جسے میں نے اپنے آپ سے لگا رکھا تھا تاکہ میرے کھجانے سے تم بھڑک اٹھو اور سب سے بڑھ کر وہ کامنا جو میری تھر تھراتی ہوئی آنکھوں میں چمکارے مار رہی تھی اور میری آنکھیں جو لالچ سے بڑی ہوئی جا رہی تھیں اور ٹکٹکی باندھے تمہی کو دیکھے جا رہی تھیں، اگر میں یہ سب باتیں تمہیں یاد دلاتی ہوں تو میرے پیارے یہ صرف اس لئے ھے کہ میں تم سے ایک بات پوچھ سکوں۔ پھر یہ سب کیسے ہوا بندھو! پیارے بندھو! ان باتوں کے ہوتے ہوئے پھر یہ سب کیسے ہوا کہ ان میٹھے بولوں کی آواز تک دکھ اور اداسی میں ڈوب گئی ؟

"لیکن افسوس میں یہ سب جانتی ہوں، میں سب جانتی ہوں کہ یہ سب کیسے ہوا، برے لوگوں میں اور راج ہنس میں ایک بات کی بڑی شکتی ہوتی ہے، یہ دونوں ایسی چیزوں کو جدا کر دیتے ہیں جنہیں کوئی بھی جدا نہیں کر سکتا۔ پانی میں ملے ہوئے دودھ کو ہنس اس سے جدا کر سکتا ہے اور یہی ہنس کی پہچان ہے اور برا آدمی آپس میں بندھے ہوئے دو دلوں کو جدا کر سکتا ہے اور اس کی بھی یہی پہچان ہے۔

"ایک جھوٹے مکار نے میرے چاکروں کو ورغلایا، ان کے سامنے اس نے ناٹک کے کلا کار کی طرح کبھی دبے دبے اور کبھی اُبلتے ہوئے غصے کا کھیل کھیلا، تھا تو وہ دکھ بپتا کے بڑھانے میں پڑ پخت پر دکھاوے کو بڑا سیدھا سادا، بھولا بھالا بن بیٹھا، اپنے تلے بولوں سے، ہاتھوں کی صفائی سے، سوچے سمجھے طور طریقوں سے وہ میرے جیون میں آن ملا، دن رات ایک کر کے اس نے اپنے لئے جگہ بنا لی، لیکن ہر آن، ہر گھڑی وہ کسی زہر کی طرح میرے دل کو نقصان پہنچاتا رہا۔

”کسی کو اچھے برے کی پہچان نہ ہو تو اس کا دوش ہی کیا، میں کہتی ہوں اس کا دوش ہی کیا، جو ایک چیز کو دوسرے سے الگ نہ جان سکے، کیسر پر وہ نیل کا بھاؤ لگا بیٹھے تو اس کا دوش نہیں ہے ۔

”کبھی کبھی ہم ایسے اندھے بھی تو ہو سکتے ہیں کہ آکاش کی رمبھا کو جو اپنی جوت سے چندا کو دھندلا دیتی ہے ابھاگن مترلتا کے سمان جاننے لگیں جس کے کولھوں کا سہارا نیچ سے نیچ جاتی کے آدمیوں کو مل چکا ہے، ہاں ہاں، ہم اتنے اندھے بھی تو ہو سکتے ہیں ۔ پر یہ بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ تم ایک امیر اور اچھے گھرانے کی عورت سے یوں منہ پھیرے لے رہے ہو اور وہ ہے کہ تمہارے چرنوں پر جھکی جا رہی ہے، اور اس سے بھی بڑھ کے افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کے لئے وہی آدمی اب بھی راہ تک رہا ہے جس کا حال ابھی میں نے بتایا اور جس کا دل تمہارے دل سے کبھی لگا کھا ہی نہیں سکتا ۔

”جس آدمی کے دل میں چاہ نے جنم لیا ہو وہ تو اپنے ارمانوں کی پیاس مٹانے کے لئے کسی بھی بات میں نہ

چوکے گا۔ لیکن جب اُسے اپنی پریتما کی کسی داسی کے ساتھ سونا پڑے تو اس بات کی دیکھ بھال ضرور کر لینی چاھئیے کہ وہ جہاں تہاں اپنی اس جیت کی ڈینگ نہ مارتی پھرے۔

"برے لوگوں کی بری باتوں نے تو میری نس نس میں اپنا زھر بھر دیا اور میرے دل میں ان مٹ چاہ کے گھاؤ سے جو غصہ اور جلن پیدا ھوئی وہ غصہ اور وہ جلن بڑھتی ھی رھی۔

"برے ارادے جس کے دل میں ھوتے ھیں وہ تسلّی کی باتیں بہت بناتا ھے اور سچے سیوکوں کو بڑی آسانی سے بھگا دیتا ھے، مرتا ھوا شکاری کتّا تو اگر اس میں سکت ھو تو گھسٹ گھسٹ کر جنگلی سور کو بھی جا کر چاٹنے لگے گا۔

"برے دل کا آدمی اپنے جنم کے دن کی خوشی میں پھولا نہیں سماتا اور باقی دنوں میں تو وہ ھر دن دکھ ھی کا کارن بنا رھتا ھے، پھر بھی اپنے جنم دن کا درجہ بہت خاص سمجھتا ھے۔ دھوکے باز خوش خوش چمکتی صورت اور دمکتی آنکھوں کے ساتھ یہاں سے وھاں اور وھاں سے نجانے کہاں کہاں گھومتا پھرتا ھے اور ھر

جگہ انسان نے اپنے ہمسایوں کی بھلائی کے لئے جو کوششیں کی ہوں انہیں ملیا میٹ کرتا رہتا ہے۔

''من میں برائی سموئے' نشانے کا پکا شکاری سو سو چھپواں طریقوں سے جان توڑ کر اس بات کے جتن کرتا ہے کہ پیارے پیارے ہرنوں کو جا لے۔

''لوگوں کے دل میں چاہے اپنی بھلی بی بیوں کے لئے کتنی ہی گہری چاہت کیوں نہ ہو' پھولوں کے تیروں والا چنچل بیری دیوتا انہیں ایسی ناریوں کی طرف موڑ دیتا ہے جو چاہے جانے کے جوگ ہوتی ہی نہیں ہیں۔

''کبھی کبھی یوں بھی ہو جاتا ہے کہ سوجھ سمجھ والی کوئی ناری اپنے پریمی کو چپکے چپکے دوسری سندریوں پر ڈورے ڈالتے دیکھتی ہے تو ناٹک کے کلا کار کی طرح وہ اپنے من بھاؤ سے بالکل الٹے چلن کی باتیں کرنے لگتی ہے۔

''ذرا دھیان سے سنو! کیونکہ یہ ایک بڑی سچی بات میں تمہیں بتانے چلی ہوں! جب چاہ بہت بڑھ جاتی ہے تو پریمی کی ذرا سی ادھر آدھر کی چال بھی ہمیں

بہت بے چین کر دیتی ہے، پر اگر عورت میں سوجھ بوجھ ہو تو وہ اتنی سدھ بدھ نہیں کھو بیٹھتی کہ ان ہتھیاروں کو بھی بھول جائے جن میں اس کی شکتی کا بھید چھپا ہوتا ہے۔

''پریم کا لوبھی بھنورے کے سمان ہے، وہ بن بن گھومتا ہے تاکہ ہر پھول کا رس چکھ لے، پر جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ بناوٹ کی اچھائی میں سب پھول ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتے ہیں تو گھوم پھر کر 'مالتی' ہی کے پاس لوٹ آتا ہے کیونکہ 'مالتی' کا تو یہ حال ہے کہ جس پھول سے بھی چاہو ٹکر لے لو۔ 'مالتی' کو اس میں کوئی گھاٹا نہیں رہے گا۔

پر پریم کا لوبھی تو 'مالتی' کے سارے گن جانتا ہی نہیں کیونکہ وہ تو دوسرے پھولوں ہی سے چھیڑ چھاڑ میں سمے گنواتا رہتا ہے۔ جب جلن کے نرم و نازک دکھ سے پریم جاگ اٹھتا ہے تو پھر دیکھتا ہے کہ جیسے چنگاری کو پنکھیا کر کر کے کسی نے پورم پور بھڑکا دیا ہو، کیونکہ لکڑیوں کو ہلاتے جلاتے رہنے سے الاؤ صاف صاف جلنے لگتا ہے۔

لیکن اگر وہ اس اندھی جلن کی تیزی میں ڈوب جائے تو آخر ایک نازک شیشے کی طرح سینکڑوں ٹکڑوں کی صورت میں ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔

"ہم تو پریم کے سوداگر ہیں، مول بھاؤ کی چیز بن ہیں اور ہمارے دل میں لابھ کی آس ہے، اور ہم تو ہر کسی کی سیوا ایک ہی دل سے کرتی ہیں، پر ہزاروں میں ایک بھی نہیں ہوتا جس کے لئے دل بھر پور ہو جائے، جو سکھ بھی دے اور شانتی بھی دے۔

"اگر ناریاں اپنے پریمی کی ایک کمی کا دھیان رکھیں تو کام دیو کے تیر اُن کے شریر سے لگیں تو سہی پر بیکار لگ لگ کے گر پڑیں۔ چنڈالوں کے اس بیوپار سے تو جیسے تیسے جی لینا ہی اچھا، بھلے لوگ تو اس بیوپار سے گھن کھاتے ہیں۔ پریمی کو پانے کی کامنا کے مارے ہمارے دل سے ذرا سی آہ بھی نکلے تو اسے جھٹ دبا دینا چاہئے۔

"پر ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اونٹ تیکھے تیز کانٹوں بھری جھاڑیوں پر منہ مارتے مارتے اتفاق سے شہد کے چھتے تک بھی جا پہنچتا ہے۔

''عورت کی شکتی تو اپنے پریتم کی شکتی ھی میں ھے۔ اگر پیار کی کمی ھو تو سب میلے ٹھیلے اور کھیل تماشے بیکار ھیں۔ اگر من میں شانتی نہ ھو تو ھر بھلائی بیکار ھے۔ پیار پچکار کے بنا سکھ آنند کہاں ؟

''بچپن کا پھل آزادی ھے اور جوانی کا پھل موہ لوبھ میں ھے۔ بڑھاپے کا پھل آتما کی شانتی میں ھے اور جیون کا پھل اس بات میں ھے کہ آدمی نے کچھ کر کے نہ بھی دکھایا ھو تو کچھ نہ کچھ کیا ضرور ھو۔

''چلو اب تو تم نے اپنی پریتما کو سب کچھ بولتے دیکھ لیا' جاؤ اسے چھوڑ جاؤ اپنے گھر میں سکھ چین سے رھو' بھلے دن دیکھو اور اپنے آس پاس بال بچوں کی خوشیاں دیکھو انہی باتوں میں جیون کی دوسری بھلائیاں بھی ھیں۔

''پر تمہاری پریتما تو اب سوکھے سانس بھرے گی اور ٹھنڈی آھوں پر جئے گی' آندھی آگ کی لپٹوں میں اس کا تو انگ انگ جل بھن کر راکھ ھوا جا رہا ھے۔

''جب میں اُن جگہوں کو دیکھتی ھوں جہاں میں

نے اپنے پیارے سے کتنی مزے مزے کی باتیں کی تھیں تو میرا یوں مانو جیسے جیون ھی ڈگمگانے لگتا ھے۔

''جب کسی اور کی کامنا کے بوجھ تلے مجھے ھار سنگار کرنا اور چلنا پھرنا پڑتا ھے تو وہ میں نہیں ھوتی کوئی کاٹھ کی پتلی ھوتی ھے۔

''مدھ مکھی یوں تو اپنا پیٹ بھرنے کے لئے ھر پھول تک جاتی ھے پر جب تک اسے آم کے مور کی مستانی سگندھ نہیں ملتی اس کی آتما کو شانتی بھی نہیں ملتی۔

''اگر دلوں کا سنجوگ چاہ کے کھیلوں سے ھو جائے تو جگت جہاں جی چاھے جائے کیونکہ پریم ناتھوں کا ناتھ ھے اور بلوانوں کا بلوان' پر اس کا سارا بل جی کے جوش میں ھے۔

''اور اتنا کچھ کہہ کر اب میں چپ ھوئی ھوں' میرے آنے والے جیون کی ھر بات طے ھو چکی' اب سے میں تمہارے گھر میں ایک داسی سے بڑھ کر اور کچھ بھی نہیں''۔

اور جب اس لمبی چوڑی رام کہانی سے تم اسے اپنے پنجے میں لے آؤ اور اس کے سارے شک دور کر دو'

اور اس کے دل سے اپنی پہلی کھچاوٹ کی یاد مٹا دو، اور اس کے دل میں کامنا کو جگا دو اور اس کی نگاہیں بار بار تمہارے انگ انگ پر پڑنے لگیں تو پھر تمہیں چاھئے کہ اسے یوں چوس جاؤ جیسے آم کو چوستے ہیں اور پھر اسے پھینک دو! اپنے دونوں ھاتھوں سے پہلے تو اس کی مانتا کرو اور پھر اسے جیسے کھا جاؤ۔ اس کی ھڈیوں پر ماس تو ھوگا پر اسے یوں کر دو جیسے کھانے کے بعد مچھلی کی کھال اور آنتیں اور کانٹے، پر یہ میں کیا کہہ رھی ھوں؟ ماس نہ رہے تو نہ رہے، ھڈیوں کو بھی کبھی نہ پھینکنا، ھڈیوں کو بھی چبا جانا یہاں تک کہ ان میں گودا باقی نہ رہے۔ اسے بالکل ناکارہ کر کے چھوڑنا، وہ بیٹھے سے اٹھنے نہ پائے، اٹھ کر چلنے نہ پائے، چلے تو ٹھکرانے تک کی سکت اس میں نہ رہے، گھبرایا گھبرایا ادھر آدھر دیکھتا ھو، ٹوٹا پھوٹا خالی خولی، کھیل ختم پیسہ ھضم ۔ ۔ ۔ ۔ ★

